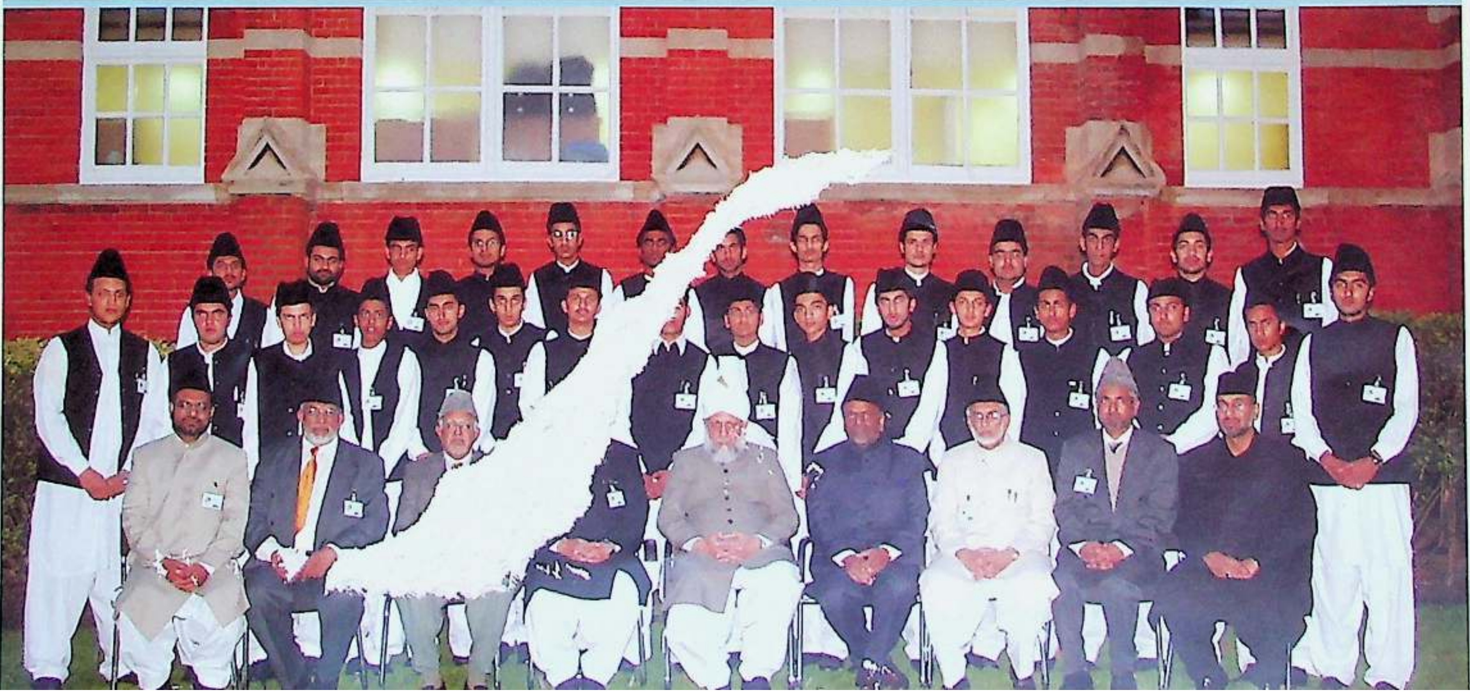
مجلس انصاراللہ یو.کے. کا علمی تعلیمی و تربیتی مجلہ

انصار الدین

ستمبر۔اکتوبر ۲۰۰۵ جلد۲ نمبر۵ تبوک،اخاء 1383

افتتاحی تقریب جامعہ احمدیہ برطانیہ



مونگ ضلع منڈی بہاؤالدین میں احمدیوں پر قاتلانہ حملہ

نماز کی حالت میں 8 افراد شہید، 20 سے زائد زخمی

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ

7۔اکتوبر 2005 کی صبح ضلع منڈی بہاؤالدین کے ایک گاؤں مونگ کی احمدیہ مسجد میں اس وقت جب کہ احمدی نمازِ فجر کی ادائیگی میں مصروف تھے، چند موٹر سوار احمدیت دشمن شر پسندوں نے اندھا دھند فائرنگ کر کے 8 احمدیوں کو شہید کر دیا اور بیس افراد زخمی ہو گئے۔دو زخمیوں جن میں سے ایک بارہ سالہ بچہ ہے، کی حالت نازک ہے۔

شہداء کے نام درج ذیل ہیں:

(1) مکرم عابد خان صاحب، عمر 30 سال

(2) مکرم محمد اشرف صاحب، عمر 73 سال

(3) مکرم یاسر صاحب، عمر 16 سال

(4) مکرم محمد اسلم صاحب، عمر 70 سال

(5) مکرم نوید صاحب، عمر 26 سال

(6) مکرم الطاف احمد صاحب، عمر 43 سال

(7) مکرم عبد المجید صاحب، عمر 30 سال

(۸) مکرم راجہ لہراسپ صاحب، عمر 34 سال

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے خطبۂ جمعہ فرمودہ 7۔اکتوبر 2005 میں اس بے حد افسوس ناک سانحہ کا ذکر فرمایا اور احبابِ جماعت کو صبر کی تلقین فرماتے ہوئے شہدا کے لئے مغفرت کی دعا کی۔سیّدنا حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا ”اللہ تعالیٰ ان شہداء کو جنت الفردوس میں مقام عطا فرمائے اور زخمیوں کو شفا عطا فرمائے۔ان کے رشتہ داروں، عزیزوں اور سب احمدیوں کو صبر اور حوصلے کے ساتھ، یہ بہت بڑا صدمہ ہے، اس کو برداشت کرنے کی توفیق دے۔اللہ تعالیٰ ان مجرموں کو پکڑنے کے بھی خود سامان پیدا فرمائے۔۔۔۔اللہ تعالیٰ ہر جگہ ہر احمدی کو ہر قسم کے شر سے محفوظ رکھے اور دشمنوں کو کیفرِ کردار تک پہنچائے آمین۔“ (الفضل انٹرنیشنل 27-21 اکتوبر 2005)

﴿بسم اللہ الرحمٰن الرحیم﴾ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ عبدہ المسیح الموعودؑ

انصارالدین

جلد2 نمبر5
ستمبر، اکتوبر 2005

انصاراللہ کا عہد

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

مَیں اقرار کرتا ہوں کہ اسلام اور احمدیت کی مضبوطی اور اشاعت اور نظام خلافت کی حفاظت کے لئے انشاء اللہ تعالیٰ آخر دم تک جدو جہد کرتا رہوں گا اور اس کے لئے بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہوں گا۔ نیز مَیں اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتا رہوں گا۔

(انشاء اللہ تعالیٰ)

فہرست مضامین

مدیر اعلیٰ: ڈاکٹر شمیم احمد
مدیر (اردو): محمود احمد ملک
نائب: شیخ طارق محمود
معاون: سید حسن خان
مدیر (انگریزی): احد بھنو
مینیجر: محمد اسحاق ناصر

181 London Road, Morden, Surrey SM4 5HF

ڈیزائین و پرنٹنگ: فائین امپریشنز، مورڈن
Fine Impressions (uk) Ltd
Unit 2&3, Rear of 24-26 Morden Hall Rd, Morden, Surrey SM4 5JF Tel: 020 8640 3824

اداریہ:

ناصر مسجد ہارٹلے پول اور انصاراللہ یوکے

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص خدا کے لئے مسجد بنائے تو اللہ اس کے لئے جنت میں ایک گھر ویسا ہی بنائے گا۔

(مسلم کتاب المساجد)

نبی کریم ﷺ کے اس فرمان سے واضح ہے کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک یہ ایک بہت بلند پایہ نیکی ہے جس کا اجر بھی اتنا ہی عظیم ہے۔ مسجد کی تعمیر کو اتنی بڑی نیکی اس لئے قرار دیا گیا ہے کہ اس کے ساتھ خدا تعالیٰ کی عبادت منسلک ہے جو بنی نوع انسان کی تخلیق کا مقصد قرار دیا گیا ہے۔

اس وقت عالمِ اسلام میں من حیث الجماعت، جماعت احمدیہ ہی وہ واحد جماعت ہے جس کا نصب العین دنیا بھر میں مساجد کی تعمیر ہے تاکہ دنیا کے ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک اذان کی صدائیں بلند ہوں اور دنیا بھر میں خدا تعالیٰ کی وحدانیت کا پرچار ہو اور محمد رسول اللہ ﷺ کی عظمت دوبارہ قائم ہو۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ جماعت احمدیہ کے مقدس بانی سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی بعثت کا مقصد ہی احیاءِ اسلام قرار دیا ہے اور جماعت احمدیہ باوجود کم مائیگی اور مشکلات و مصائب کے، اس مقصد کے لئے، ہر قسم کی قربانیوں کی اعلیٰ مثال قائم کر رہی ہے۔ یورپین ممالک میں مساجد کی تعمیر جماعت احمدیہ کی تاریخ کا ایک زرّیں کارنامہ ہے۔ اسلام کے مخالف ماحول، تثلیث کے مرکز اور شرک کے گھر میں مساجد کی تعمیر کوئی آسان کام نہیں ہے لیکن اسلام کی آئندہ ترقی، خدا تعالیٰ کی توحید اور رسول اللہ ﷺ کی عظمت کے قیام کے لئے یہ کام ازبس ضروری ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلفاء نے بھی اس کام کو ہمیشہ جاری رکھا ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ کے دل میں خدا تعالیٰ نے دنیا بھر میں مساجد بنانے کے لئے ایک تڑپ رکھی ہوئی تھی۔ آپؓ نے ایک موقعہ پر فرمایا:

''تم ایک ایسے آدمی کے ساتھ چل رہے ہو جسے خدا نے ساری دنیا میں مساجد بنانے کے لئے مقرر کیا ہے''۔

نیز یورپ میں مساجد کی تعمیر کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

''اگر یورپ میں اڑھائی ہزار مساجد بن جائیں تو یورپ کے آخری کناروں تک نعرہ ہائے تکبیر کی صدائیں بلند ہو سکتی ہیں اس طرح ایک مسجد کی اذان دوسری مسجد تک پہنچ جائے گی اور بیک وقت سارا یورپ اللہ اکبر کی آوازوں سے گونج اٹھے گا۔ جس دن ایسا ہو گیا، اس روز عیسائیت جان لے گی کہ اسلام غالب آ گیا۔ تثلیث کا عقیدہ رکھنے والوں کا زور ٹوٹ جائے گا اور وہ اسلام کی بڑھتی ہوئی یلغار کے آگے ہتھیار ڈال دیں گے۔ یورپ کی طرح امریکہ میں بھی مساجد تعمیر ہوں گی اور وہاں کا گوشہ گوشہ بھی اللہ اکبر کی آوازوں سے گونج اٹھے گا۔ اس وقت عیسائیت کے دل کانپ جائیں گے اور وہ لوگ سمجھ لیں گے کہ اسلام کا نور اب ساری دنیا میں پھیلے بغیر نہ رہے گا۔'' (الفضل 15 اکتوبر 1957ء)

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 2004ء میں انگلستان کی جماعتوں کے دورہ کے دوران برمنگھم میں ایک مسجد کا افتتاح، خطبۂ جمعہ اور نماز کے ساتھ فرمایا اور بریڈفورڈ میں بھی ایک مسجد کی بنیاد رکھی۔ اسی طرح تین اکتوبر 2004ء کو ہارٹلے پول میں دعاؤں کے ساتھ ناصر مسجد کا سنگِ بنیاد اپنے دستِ مبارک سے رکھا۔

ہارٹلے پول انگلستان کے شمال میں سمندر کے قریب ایک خوبصورت اور پرامن شہر ہے۔ جماعت احمدیہ کو اس شہر میں سب سے پہلی مسجد تعمیر کرنے کی تاریخی سعادت حاصل ہوئی ہے۔ اس مسجد کی تعمیر کے اخراجات کی ذمہ داری حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مجلس انصاراللہ یوکے کے سپرد فرمائی۔ برطانیہ کے انصار کے لئے ایک اعزاز کی بات ہے کہ حضور انور نے انہیں ایک بابرکت موقعہ عطا فرمایا ہے کہ وہ نیکیوں میں سبقت حاصل کریں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے انصاراللہ یوکے نے اپنے آقا کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اس تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے۔ انصاراللہ کی اس مساعی کا ذکر سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے ایک خطبہ جمعہ میں اظہارِ خوشنودی کے ساتھ فرمایا کہ ''انصاراللہ نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ انہیں بوڑھا نہ سمجھیں، وہ جوانوں کے جوان ہیں۔'' (الفضل انٹرنیشنل 5 نومبر 2004ء)

اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ مسجد اس وقت تعمیر کے آخری مراحل میں ہے اور انشاء اللہ آئندہ ماہ (نومبر 2005ء میں) اس کا افتتاح ہوگا۔ جن انصار نے اس کی تعمیر میں حصہ لینے کے لئے وعدہ جات لکھوائے تھے اگرچہ اُن میں سے اکثریت ادائیگی کی توفیق پا چکی ہے لیکن ابھی کچھ تعداد ضرور ایسی ہے جن کی طرف سے ادائیگی مکمل نہیں ہوئی۔ ان کی خدمت میں گذارش ہے کہ وہ اس طرف توجہ فرمائیں کیونکہ اس مسجد کی تکمیل اور تزئین کے لئے ابھی کافی رقم کی ضرورت ہے۔

امید کی جاتی ہے کہ برطانیہ کے انصار اپنی سابقہ روایات کے مطابق شاندار مثال قائم کریں گے۔ خدا تعالیٰ کرے کہ انصاراللہ کے حق میں خدا تعالیٰ کا وعدہ بھی اسی شان سے پورا ہو آمین۔

درس القرآن

﴿مَنْ ذَالَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہُ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَہٗ لَہٗ اَضْعَافًا کَثِیْرَۃً وَاللّٰہُ یَقْبِضُ وَ یَبْصُطُ وَاِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ﴾۔ (البقرۃ آیت:۲۴۶)

ترجمہ: کیا کوئی ہے جواللہ کو(اپنے)مال کا ایک اچھاٹکڑا کاٹ کر دے تا کہ وہ اسے اس کے لئے بہت بڑھائے۔اوراللہ(کی یہ بھی سنت ہے کہ وہ بندہ کا مال)لیتا ہے اور بڑھاتا ہے۔اور آخرتمہیں اسی کی طرف لوٹایا جائے گا۔

اس آیت کے معنے یہ ہیں کہ تم میں سے کون ہے جواپنے مال کاایک عمدہ حصّہ کاٹ کراللہ تعالیٰ کودیدے تا کہ وہ اسے خود دینے والے کے فائدہ کے لئے بڑھائے اوراسے ترقی دیتا چلا جائے۔

اس آیت میں نہایت لطیف پیرایہ میں مومنوں کوخدا تعالیٰ کے لئے اپنے اموال خرچ کرنے کی نصیحت کی گئی ہےاور بتایا گیا ہے کہ اوّل توہم تم سے سارا مال نہیں مانگتے بلکہ مال کا صرف ایک حصّہ مانگتے ہیں۔اور مانگتے بھی اس لئے ہیں تم ایک روپیہ دوتوتمہیں اس کا دس گنا اجر دیا جائے۔خدا تعالیٰ کی محبت اوراس کی رضا حاصل کرنے کا اس سے زیادہ سہل اور آسان طریق اور کیا ہوسکتا ہے۔

یہ بھی یادرکھنا چاہئے کہ انسان جب خدا تعالیٰ کے لئے اپنا مال خرچ کرے تو اسے تین باتیں خاص طور پر ملحوظ رکھنی چاہئیں۔اوّل اس کے دل میں صدقہ وخیرات کرتے وقت کوئی انقباض پیدا نہ ہو بلکہ وہ پوری بشاشت اور خوشی دلی کے ساتھ اس میں حصّہ لے۔کیونکہ قرآن مجید میں منافقوں کی ایک نشانی یہ بتائی گئی ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی راہ میں کراہت اور ناپسندیدگی کے ساتھ مال خرچ کرتے ہیں۔(توبہ آیت54)

دوم یہ کہ جسے کوئی چیز دی جائے اس پر احسان نہ جتایا جائے اوراس کے نتیجہ میں اس پر کوئی ناواجب بوجھ نہ ڈالا جائے بلکہ یہ سمجھا جائے کہ خدا تعالیٰ نے مجھے اس نیکی کی توفیق دے کر مجھ پر احسان کیا ہے۔اسی طرح قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مومن وہ ہیں جواپنے مالوں کواللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کے بعد نہ توکسی رنگ میں دوسروں پر احسان جتلاتے ہیں اور نہ انہیں کسی قسم کی تکلیف دیتے ہیں۔(سورۃ البقرۃ263)

سوم جو چیز خدا تعالیٰ کی راہ میں دی جائے وہ اپنے مال کا بہترین حصّہ ہو۔اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ایک اور جگہ فرماتا ہے کہ تم کامل نیکی کا مقام ہرگز نہیں پا سکتے جب تک تم اپنی پسندیدہ اشیاء میں سے خرچ نہ کرو۔پس اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ کیا تم میں سے کوئی ہے جواپنے مال کا اچھے سے اچھاٹکڑا الگ کر کے اللہ تعالیٰ کی راہ میں دے۔جس کے دیتے وقت نہ تواس کے دل میں انقباض پیدا ہواور نہ اس کے بعدوہ دوسروں پر احسان جتلائے یاان کے لئے کسی قسم کی تکلیف کا موجب بنے۔اور یقیناً یادرکھو کہ جولوگ ایسا کریں گے اللہ تعالیٰ انہیں اس نیکی کا بہتر سے بہتر اجرعنایت فرمائے گا۔ان کا ایک ایک عمل ان کے لئے ہزاروں گنا برکات کا موجب ہوگا۔

اس آیت کے ایک معنے یہ بھی ہوسکتے ہیں کہ تم اللہ تعالیٰ کے بندوں کو قرضہ حسنہ دیا کرو یعنی اس کے بندوں سے حسنِ سلوک کیا کرواور جوغریب ہیں ان کی مدد کیا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کوتو کسی نے نہیں دینا،بندوں کوہی دینا ہوتا ہے۔بعض بندوں کودینے کا نام بھی خدا تعالیٰ کو دینا رکھا جاتا ہے۔جیسے حدیثوں میں آتا ہے کہ قیامت کے دن خدا تعالیٰ بعض لوگوں سے کہے گا کہ اے ابنِ آدم میں بیمار ہوالیکن تونے میری عیادت نہ کی۔اور میں بھوکا رہا اور میں نے کھانا بھی مانگا پر تونے مجھے کھانا نہ کھلایا،میں پیاسا رہا اور تجھ سے پانی بھی مانگا مگر تونے مجھے پانی نہ پلایا۔بندہ خدا تعالیٰ سے پوچھے گا کہ اے اللہ!توکب بیمار ہوا کہ میں نے تیری عیادت نہ کی۔تونے کب مجھ سے پانی مانگا کہ میں نے تجھے پانی نہ پلایا۔تونے کب مجھ سے کھانا مانگا کہ میں نے تجھے کھانا نہ کھلایا۔اس پر خدا تعالیٰ فرمائے گا کہ میرا فلاں بندہ بیمار تھا مگر تونے اس کی بیمار پرسی نہ کی۔میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا مگر تونے اسے کھانا نہ کھلایا۔میرے فلاں بندے نے تجھ سے پانی مانگا مگر تونے اسے پانی نہ دیا۔پس خدا تعالیٰ کوقرض دینے کا ایک یہ بھی مفہوم ہے کہ اس کے بندوں سے نیک سلوک کیا جائے اوران کی مالی پریشانیوں کو دور کرنے میں حصّہ لیا جائے۔

حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم

مساجد کی تعمیر کے ساتھ ساتھ ان کو آباد کرنے کی اہمیت سے متعلق ایک حدیث بہت توجہ طلب ہے جس میں نماز کے لئے مسجد آنے والوں کے مومن ہونے کی گواہی دینے کا ارشاد فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت ابوسعیدؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جب تم کسی شخص کو مسجد میں عبادت کے لیے آتے جاتے دیکھو تو تم اس کے مومن ہونے کی گواہی دو (اس لئے کہ) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''اللہ کی مساجد کو وہی لوگ آباد کرتے ہیں جو خدا اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں''۔

آنحضرت ﷺ نے مسجد میں داخل ہونے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس سے باہر نکلتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا فضل عطا ہونے کی دعا کی ہے۔ چنانچہ حضرت فاطمۃ الزہراءؓ بیان کرتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ جب مسجد میں داخل ہونے لگتے تو یہ دعا پڑھتے ''اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ اور اللہ کے رسول پر سلامتی ہو۔ اے میرے اللہ! میرے گناہ بخش اور اپنی رحمت کے دروازے میرے لیے کھول دے''۔ اور جب آپ مسجد سے نکلنے لگتے تو یہ دُعا مانگتے: ''اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ کے رسول پر سلامتی ہو۔ اے میرے اللہ! میرے گناہ بخش اور میرے لیے اپنے فضل کے دروازے کھول دے''۔

یہ تو ظاہر ہے کہ اس دعا کے کرنے کی توفیق صرف اُسی وقت کسی مسلمان کو عطا ہوسکتی ہے جب وہ نماز کی ادائیگی کے لئے مسجد جائے۔ اس پہلو سے مسجد میں نماز کی ادائیگی کی فضیلت پر غور کیا جائے تو یہ ناممکن ہے کہ اگر کوئی مسجد میں نماز ادا کرسکتا ہو لیکن اس کارِ خیر میں سستی کا مظاہرہ کرنے والا بن جائے۔ بلکہ اس مقصد کے حصول کے لئے تو بہت سے لوگ اپنے گھر بھی مسجد کے قریب لیتے ہیں اور زیادہ سے زیادہ مساجد کی تعمیر کے لئے بھی کوشاں رہتے ہیں۔

تاہم ضروری امر یہ بھی ہے کہ مساجد کی تعمیر کا تعلق اخلاص کے ساتھ وابستہ رکھا جائے۔ کیونکہ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ لوگ مساجد (کی تعمیر) میں ایک دوسرے سے فخریہ آگے بڑھنے کی کوشش کریں گے۔

آج کل کے حالات کے مطابق ہم جب کسی شہر کا رُخ کرتے ہیں تو کوشش کرکے اُس کے بازار دیکھتے ہیں اور دنیاوی فائدہ حاصل کرنے کی ہر ممکن سعی کرتے ہیں۔ یہ کوئی عیب والی بات نہیں ہے اگر ہم اُس جگہ کی مساجد کے حقوق بھی ادا کرنے کی کوشش کریں اور نماز کے وقت دیگر مشاغل سے کنارہ کشی اختیار کرکے مساجد کا رُخ کریں۔ اس سلسلہ میں ہمیں آنحضور ﷺ کا ایک ارشاد پیشِ نظر رکھنے کی ضرورت ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ کے نزدیک شہروں میں سب سے پسندیدہ جگہ اس کی مساجد ہیں اور سب سے زیادہ ناپسندیدہ اُس کے بازار ہیں''۔ **﴿مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلاة﴾**

آنحضرت ﷺ کے دورِ مبارک میں کئی مساجد تعمیر ہوئیں۔ یہ سلسلہ آپؐ کے خلفاء کے زمانہ میں بھی جاری رہا اور نہ صرف بہت سی نئی مساجد تعمیر کی گئیں بلکہ پرانی مساجد کو وسیع کرنے اور اُن کی تزئین کرنے کے لئے بھی شوق سے اقدامات کئے گئے چنانچہ حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں مسجد نبوی کے ستون کھجور کے تنوں کے تھے جس پر کھجور کی شاخوں سے چھت ڈالی گئی تھی۔ پھر یہ شاخیں حضرت ابوبکرؓ کے زمانۂ خلافت میں گل گئیں چنانچہ انہوں نے کھجور کے تنوں اور شاخوں سے مسجد کو دوبارہ تعمیر کرایا۔ وہ پھر حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں بوسیدہ ہوگئیں تو انہوں نے مسجد نبوی کو پختہ اینٹوں سے بنوایا۔

﴿سنن ابی داؤد۔ کتاب الصلوٰۃ۔ باب فی بناء المسجد﴾

ہر احمدی کو یہ دعا باقاعدگی سے کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں مساجد کے تمام تر حقوق ادا کرنے والا بنائے۔ اللہ کرے کہ ایسا ہی ہو۔ آمین

کلام الامام

''مسجدوں کی اصل زینت عمارتوں کے ساتھ نہیں ہے بلکہ ان نمازیوں کے ساتھ ہے جو اخلاص کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔ ورنہ یہ سب مساجد ویران پڑی ہوئی ہیں۔ رسول کریم ﷺ کی مسجد چھوٹی سی تھی۔ کھجور کی چھڑیوں سے اس کی چھت بنائی گئی تھی اور بارش کے وقت چھت میں سے پانی ٹپکتا تھا۔ مسجد کی رونق نمازیوں کے ساتھ ہے۔ آنحضرت ﷺ کے وقت میں دنیاداروں نے ایک مسجد بنوائی تھی۔ وہ خداتعالیٰ کے حکم سے گرادی گئی۔ اس مسجد کا نام مسجد ضرار تھا یعنی ضرر رساں۔ اس مسجد کی زمین خاک کے ساتھ ملادی گئی تھی۔ مسجدوں کے واسطے حکم ہے کہ تقویٰ کے واسطے بنائی جائیں۔''

﴿ملفوظات۔ جلد چهارم صفحه ۴۹۱۔ جدید ایڈیشن﴾

''اللہ تعالیٰ نے اس کی بابت فرمایا ہے۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (آل عمران:۳۲) یعنی محبوب الٰہی بننے کے لئے ضروری ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی اتباع کی جاوے۔ سچی اتباع آپؐ کے اخلاق فاضلہ کا رنگ اپنے اندر پیدا کرنا ہوتا ہے، مگر افسوس ہے کہ آج کل لوگوں نے اتباع سے مراد صرف رفع یدین۔ آمین بالجہر اور رفع سبابہ ہی لے لیا ہے۔ باقی امور کو جو اخلاق فاضلہ آپؐ کے تھے۔ اُن کو چھوڑ دیا۔ یہ منافق کا کام ہے کہ آسان اور چھوٹے امور کو بجالاتا ہے اور مشکل کو چھوڑتا ہے۔ سچے مومن اور مخلص مسلمان کی ترقیوں اور ایمانی درجوں کا آخری نقطہ تو یہی ہے کہ وہ سچا متبع ہو اور آپؐ کے تمام اخلاق کو حاصل کرے جو سچائی کو قبول نہیں کرتا۔ وہ اپنے آپ کو دھوکہ دیتا ہے۔ کروڑوں مسلمان دنیا میں موجود ہیں اور مسجدیں بھی بھری ہوئی نظر آتی ہیں، مگر کوئی برکت اور ظہور ان مسجدوں کے بھرے ہوئے ہونے سے نظر نہیں آتا۔ اس لئے کہ یہ سب کچھ جو کیا جاتا ہے محض رسوم اور عادات کے طور پر کیا جاتا ہے۔ وہ سچا اخلاص اور وفا جو ایمان کے حقیقی لوازم ہیں۔ ان کے ساتھ پائے نہیں جاتے۔ سب عمل ریاکاری اور نفاق کے پردوں کے اندر مخفی ہوگئے ہیں۔ جوں جوں انسان ان کے حالات سے واقف ہوتا جاتا ہے، اندر سے گند اور خبث نکلتا آتا ہے۔ مسجد سے نکل کر گھر کی تفتیش کرو تو یہ ننگِ اسلام نظر آئیں گے۔ مثنوی میں ایک حکایت لکھی ہے کہ ایک کوٹھا ہزار من گندم سے بھرا ہوا خالی ہو گیا۔ اگر چوہے اس کو نہیں کھا گئے، تو وہ کہاں گیا۔ پس اسی طرح پر پچاس برس کی نمازوں کی جب برکت نہیں ہوئی۔ اگر ریا اور نفاق نے ان کو باطل اور حبط نہیں کیا، تو وہ کہاں گئیں۔''

﴿ملفوظات جلد دوم صفحه ۲۲۔ مطبوعه ربوه﴾

''چونکہ ہماری وہ مسجد جو گھر کے نزدیک ہے جس میں پانچ وقت کی نماز پڑھی جاتی ہے بہت تنگ ہے اور نماز کے وقت اکثر یہ تکلیف رہتی ہے کہ نمازی یا تو دوسری مسجد کی طرف دوڑتے ہیں اور یا اگر کم ہو تو گھر کی کسی کوٹھڑی میں یا دوسری چھت پر کھڑے ہو کر بہ نہایت دقت نماز ادا کرتے ہیں۔

میرے دل میں مدّت کا خیال تھا کہ اگر اس مسجد کی داہنی طرف جو زمین خالی پڑی ہے ایک مکان تیار ہو کر مسجد کے ساتھ ملا دیا جائے تو کم سے کم چالیس آدمی اس میں نماز کے لئے کھڑے ہو سکتے ہیں اور اگر اوپر ایک اَور چھت ہو تو اسّی آدمی نماز پڑھ سکتے ہیں۔ یہ خیال مدّت کا تھا مگر بباعث کمزوری اپنی جماعت کے اس کے اظہار میں تامّل تھا۔ آج مَیں نے سوچا کہ ہر ایک کام خدا کرتا ہے نہ کہ انسان۔ کیا تعجب ہے کہ چندہ سے یہ کام نکل سکے اور اس کار خیر کی برکت سے خدا ایسے لوگوں کو بھی توفیق دیدے جو بے توفیق ہوں اور ثواب آخرت اور خوشنودی الٰہی کا موجب ہو۔ کیونکہ یہ وہ مسجد ہے جس کی نسبت اس عاجز کو الہام ہوا تھا وَ مَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا۔ اور جس کی نسبت الہام ہوا تھا مبارك و مبارك و كل امر مبارك يجعل فيه۔ اور جس پر فرشتوں کو تحریر کرتے دیکھا تھا۔ سو تو کلاً علی اللہ اس حصہ مسجد کے لئے یہ اشتہار دیتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ ہر ایک دوست اور مخلص اس بیت اللہ کی امداد میں شریک ہو جائے گو کیسی ہی کم درجہ کی شراکت ہو۔ اللہ تعالیٰ ہماری جماعت کو امور خیر کی امداد میں دلی زور اور توفیق بخشے۔''

﴿ملفوظات۔ جلد اوّل صفحه ۲۹۳۔ مطبوعه ربوه﴾

ارشاد سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس
ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

﴿لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا. وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾. (المائدہ آیت:۹۴)

''اس آیت کا ترجمہ ہے وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل بجالائے ان پر اس میں کوئی گناہ نہیں جو وہ کھاتے ہیں۔ بشرطیکہ وہ تقویٰ اختیار کریں اور ایمان لائیں اور نیک عمل کریں۔ پھر مزید تقویٰ اختیار کریں اور مزید ایمان لائیں پھر اور بھی تقویٰ اختیار کریں اور احسان کریں اور اللہ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

بنیادی اخلاق جن کا ہر احمدی کو خیال رکھنا چاہئے...... اس سلسلے میں آج احسان کا مضمون میں نے لیا ہے۔ گزشتہ خطبہ میں مَیں نے عدل کے بارے میں بتایا تھا۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ مومن ایک منزل پر آ کر رک نہیں جاتا بلکہ آگے بڑھتا ہے تو ہماری انتہاء صرف عدل قائم کرنا ہی نہیں بلکہ اس سے آگے قدم بڑھانا ہے۔ ایک دنیادار کہے گا کہ جب عدل و انصاف کے اعلیٰ معیار قائم ہو گئے تو پھر کیا رہ گیا ہے۔ یہ تو ایک معراج ہے جو انسان کو حاصل کرنا چاہئے۔ اور جب یہ قائم ہو جائے تو دنیا کی نظر میں اس سے زیادہ کوئی نیکیوں پر قائم ہو ہی نہیں سکتا...... بہرحال ایک جگہ پر کھڑے ہو جانا دنیا کی نظر میں تو یہی اعلیٰ معیار ہے۔ لیکن کامل ایمان والوں کی نظر میں یہ اعلیٰ معیار نہیں بلکہ اس سے آگے بھی اللہ تعالیٰ کی حسین تعلیم کی روشنیاں ہیں۔ اور عدل سے اگلا قدم احسان کا قدم ہے۔ لیکن یاد رکھو یہ قدم تم اس وقت اٹھانے کے قابل ہو گے جب تمہارے اندر اللہ تعالیٰ کی خشیت پیدا ہو گی، جب تم میں بنی نوع انسان سے انتہاء کی محبت پیدا ہو گی۔ اور یہ باتیں اس وقت پیدا ہوتی ہیں جب اللہ تعالیٰ کا فضل ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا فضل یقیناً ان پر ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے دوست ہوتے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے پیارے ہیں جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کا تقویٰ ہے۔ ہر موقع پر دوست اور محبت کرنے والے کا حق ادا کرنے کے لئے وہ اس کے یعنی اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے احکامات میں سے احسان کرنا بھی ایک بہت بڑا حکم اور خُلق ہے۔

اب اس آیت میں جو مَیں نے تلاوت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مومن کی ایک بہت بڑی نشانی بتائی ہے کہ وہ احسان کرنے والا ہو، اور اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں سے بہت محبت کرتا ہے۔ لیکن فرمایا کہ یہ احسان کرنے کا خلق یونہی پیدا نہیں ہو جاتا۔ اس کے لئے تقویٰ اختیار کرنے کی ضرورت ہے خالصتاً اللہ تعالیٰ کا ہونے کی ضرورت ہے۔ یعنی تقویٰ کی اعلیٰ سے اعلیٰ منازل طے کرنے کی ضرورت ہے۔ اس وقت میں ان منازل کی تفصیل میں نہیں جاؤں گا۔ بہرحال اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں تقویٰ کی تین منازل کا ذکر کیا ہے۔ فرمایا کہ جب تم اس حد تک تقویٰ اختیار کر لو تو تم پھر احسان کرنے والوں میں شامل ہو جاؤ گے۔

یاد رکھیں ہر مومن کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا محبوب ہو، اللہ تعالیٰ اس کا دوست اور ولی ہو۔ اللہ تعالیٰ ہر مشکل سے اس کو نکالے۔ تو جب تم اپنے تقویٰ کے معیار کو اس حد تک لے جاؤ گے کہ احسان کرنے والے بن سکو، پھر تم اللہ تعالیٰ کے محبوب بن جاؤ گے اور جو اللہ تعالیٰ کا محبوب بن جائے اس کو دنیا کی کوئی طاقت نقصان نہیں پہنچا سکتی۔

پھر قرآن کریم میں مختلف جگہوں پر اللہ تعالیٰ نے احسان کی مختلف شکلیں بیان فرمائی ہیں۔ کہیں فرمایا کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرو، اور یہ بھی احسان کرنا ہے۔ لیکن یہ خدا تعالیٰ پر احسان نہیں بلکہ یہ تمہارا اپنے پر احسان ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس وجہ سے بہت سی بلاؤں سے محفوظ رکھے گا۔

پھر اللہ تعالیٰ ایک جگہ فرماتا ہے کہ اپنے قریبیوں کے ساتھ جس طرح بعض دفعہ تم بغیر کسی ذاتی فائدہ کے، حسن سلوک کرتے ہو، جس طرح تم اپنے بیوی بچوں، بہن بھائیوں یا قریبی دوستوں کی مدد کرتے ہو اور بے نفس ہو کر کرتے ہو، اسی طرح اللہ تعالیٰ کی دوسری مخلوق سے بھی حسن سلوک کرو، ان سے بھی احسان کا سلوک کرو، ان کے کام آؤ، جو چیز اپنے لئے پسند کرتے ہو ان کے لئے بھی پسند کرو، اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایک نعمت سے نوازا ہے کہ تمہیں اس زمانے کے امام اور مسیح اور مہدی علیہ السلام کو ماننے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ اپنے ہم قوموں کو بھی یہ روشنی وسیع پیمانے پر دکھانے کی کوشش کرو یہ بھی تمہارا ان پر احسان ہوگا۔ ہر پاک دل کو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے لے آؤ۔ تو یہ بھی تمہارا قوم پر ایک بہت بڑا احسان ہوگا اور تم اللہ تعالیٰ کے محبوب بھی بن رہے ہو گے لیکن یہ بھی یاد رکھیں کہ اپنے میں شامل کر کے پھر یہ تعلق چھوڑ نہیں دینا بلکہ ان سے پختہ رابطہ اور تعلق بھی رکھنا ہے۔ تو اس سوچ کے ساتھ ہر احمدی کو احسان کے اعلیٰ ترین خُلق کو دنیا میں رائج کرنا چاہئے۔''

(ارشاد فرمودہ ۱۹/ مارچ ۲۰۰۴ء بمقام 'بستان احمد' اکرا، غانا (مغربی افریقہ)

بانی انصار اللہ (حضرت مصلح موعودؓ) کی عشق رسول ﷺ میں ڈوبی ہوئی لاثانی تقریر

(دوست محمد شاہد مورّخ احمدیت)

تاریخ احمدیت کا یہ اہم واقعہ ہے کہ بانی انصاراللہ خلیفۂ موعود سیدنا محمود خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعودؓ نے جلسہ سالانہ کے پلیٹ فارم پر عالمگیر جماعت کو خدا سے ذاتی تعلق پیدا کرنے کی ولولہ انگیز تحریر فرمائی اور اپنے بابرکت عہد خلافت میں جاری تمام تحریکات کے نقطہ مرکزیہ کا انکشاف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''میں نے ایک دن مرنا ہے۔ دنیا میں کوئی شخص عارضی اور فانی کاموں کے متعلق بھی یہ پسند نہیں کرتا کہ وہ اس کی موت کے ساتھ ختم ہو جائیں۔ پھر جو چیز بمنزلہ جان اور روح ہو اس کے متعلق کون شخص پسند کر سکتا ہے کہ وہ اس کی موت کے ساتھ ہی ختم ہو جائے۔ خدا تعالیٰ کے نام کی بلندی اور اس کے جلال کا اظہار ہر مومن کی جان اور اس کی روح ہے۔ پھر کوئی مومن یہ کس طرح برداشت کر سکتا ہے کہ میں مروں تو خدا تعالیٰ کا نام بھی دنیا سے مٹ جائے۔ اسی طرح میری ہمیشہ سے یہ خواہش رہی ہے کہ خدا تعالیٰ کا نام صرف میرے ساتھ وابستہ نہ ہو بلکہ خدا تعالیٰ کا نام تمہارے ساتھ وابستہ ہو جائے کیونکہ انسان مر سکتا ہے مگر قوم نہیں مر سکتی۔ جب کوئی نام کسی قوم کے ساتھ وابستہ ہو جائے تو پھر وہ چلتا چلا جاتا ہے اور قوم کے بیٹے نسلاً بعد نسلٍ اس مقدس امانت کے حامل بنتے چلے جاتے ہیں۔ درحقیقت فرد کے ساتھ کسی چیز کی وابستگی قومی لحاظ سے بڑائی تبھی ہوتی ہے جب قوم سے اللہ تعالیٰ کا نام وابستہ ہو جائے۔ اسی لئے مجھے ہمیشہ یہ تڑپ رہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت تمہارے دلوں میں پیدا ہو جائے اور اس سے سچا اور مخلصانہ تعلق تم کو حاصل ہو اور میں اس غرض کے لئے ہمیشہ کئی قسم کی کوششیں کرتا رہا ہوں۔ میں نے ہزاروں رستے اور ہزاروں ذرائع تمہارے سامنے رکھے اور خدا تعالیٰ کے فضل سے ان ذرائع پر عمل کر کے سینکڑوں اور ہزاروں مخلص بھی پیدا ہوئے''۔

(روزنامہ الفضل ربوہ جلسہ سالانہ نمبر 1960ء)

بارگاہ ایزدی تک رسائی کا زینہ سنت نبوی

اللہ جلشانہٗ کا فرمان ہے:

'' ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ (آل عمران:۳۲) تو کہہ دے کہ (اے لوگو) اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو (اس صورت میں) وہ بھی تم سے محبت کریگا'' (ترجمہ از مصلح موعود)۔ خالق کائنات کے اسی ارشاد کی روشنی میں سیدنا المصلح موعودؓ نے ۲۸ دسمبر ۱۹۴۳ء کو احمدیت کے ابدی مرکز قادیان دارالامان میں اسوہ حسنہ کے موضوع پر عالمگیر جماعت احمدیہ سے معرکہ آراء خطاب کیا اور آخر میں یہ نکتہ معرفت بیان فرمایا کہ:

''لوگ کہتے ہیں اسلام نے تصویر بنانا منع کر کے آرٹ کو نقصان پہنچایا ہے۔ وہ نادان یہ نہیں جانتے کہ اسلام تو ہر مسلمان کو آرٹسٹ بناتا ہے۔ وہ تصویریں بنانے سے روکتا ہے۔ اور وہ تصویر بنانے کا حکم دیتا ہے جو اس دنیا میں بھی انسان کے کام آنے والی ہے اور آخرت میں بھی انسان کے کام آنے والی ہے۔ اسلام کہتا ہے: اے مسلمانو! تم میں سے ہر شخص رات دن صبح اور شام بچپن اور جوانی اور بڑھاپے میں عقل اور فہم کا برُش لے کر محمد ﷺ کی تصویر کھینچتا رہے جو ہماری تصویر ہے۔

پس ہر مسلمان آرٹسٹ ہے۔ ہر مسلمان مصوّر ہے۔ مگر وہ اس قیمتی چیز کی تصویر بناتا ہے جو دنیا کے لئے بھی مفید ہے اور آخرت کے لئے بھی مفید ہے۔ وہ لغو چیزیں نہیں بناتا جن سے بہتر تصویریں نیچر نے پہلے ہی تیار کی ہوئی ہیں۔ ورنہ اسلام ہر مسلمان کو حکم دیتا ہے کہ جلوۂ الٰہی قلب محمدؐ پر پڑ رہا ہے۔ اس نے خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کر کے اس کی تصویر اپنے دل پر کھینچ لی ہے۔ مگر تم میں سے ہر شخص کو خدا تعالیٰ کے اس قدر قریب ہونے کی توفیق نہیں ہے۔ اس لئے محمدؐ رسول اللہ کے دل کی تصویر اپنے پر کھینچو۔ اس طرح اصل کو دیکھ نہ سکو تو اس کی تصویر سے تم ایک اور تصویر کھینچ سکوگے۔''

غرض تمام انسان محمدیؐ تصویر سے جمالِ الٰہی کی تصویر کھینچنے کے قابل ہیں۔ صرف ہمّت کی ضرورت ہے۔ اور کوشش کی ضرورت ہے، ورنہ راستہ کھلا ہے اور ہمیشہ کھلا رہے گا۔ پھر فرمایا:

''مَیں دوستوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ اپنے اندر یہ ملکہ پیدا کریں کہ جب بھی وہ کوئی کام کریں اس حیثیت سے نہ کریں کہ مثلاً اللہ دتا یا عبداللہ یا شکر اللہ یہ کام کر رہا ہے۔ بلکہ جب بھی وہ کوئی کام کرنے لگیں اسوقت سوچیں اور غور کریں کہ اگر محمد رسول اللہ ﷺ میری جگہ ہوتے تو کیا وہ وہی کام کرتے جو مَیں کر رہا ہوں؟ آخر خدا ہم سے کیا مطالبہ کرتا ہے؟ وہ ہم سے یہی مطالبہ کرتا ہے کہ ہم محمد ﷺ کے اخلاق اور آپؐ کی عادات کی پوری پوری نقل کریں۔ اور وہی کام کریں جو آپؐ نے کئے۔ پس ہر کام کے کرتے وقت اپنے دل سے یہ سوال کر لیا کرو کہ میں جو کچھ کر رہا ہوں آیا یہ رسول اللہ ﷺ کی تعلیم اور آپؐ کے نمونہ کے مطابق ہے؟ اور اگر اس وقت میری جگہ رسول اللہ ﷺ ہوتے تو کیا وہ یہی کام کرتے؟ پھر تم خود بخود محسوس کرو گے کہ تمہارے دل میں اپنے افعال پر کتنی ندامت اور شرمندگی پیدا ہوتی ہے۔

ایک شخص تم سے کوئی بات کہتا ہے اور تم غصہ میں اسے ماں یا بہن کی گالی دے دیتے ہو۔ اگر گالی دیتے وقت تم یہ سوچو کہ اگر محمد ﷺ میری جگہ ہوتے تو کیا یہ گالی ان کے منہ سے نکل سکتی ہے۔ تو یقیناً تمہارے دل میں ندامت پیدا ہوگی۔ اسوقت تمہیں اس بات کا احساس ہوگا کہ مَیں محمد رسول اللہ ﷺ جیسا نہیں۔ اگر مَیں اسی حالت میں مرگیا تو قیامت کے دن محمد رسول اللہ ﷺ میرے متعلق اللہ تعالیٰ سے یہ نہیں کہہ سکیں گے کہ یہ بھی میرے جیسا ہے۔ اسے جنّت میں داخل کر دیا جائے۔ یا تم دیکھتے ہو کہ ایک شخص بھوکا مر رہا ہے اور تم اُس کی طرف کوئی توجہ نہیں کرتے اور چپ کر کے وہاں سے چلے جاتے ہو۔ اس وقت تمہیں سوچنا چاہیے کہ اگر محمد رسول اللہ ﷺ میرے جگہ ہوتے تو کیا وہ اسی طرح خاموشی سے گزر جاتے اور بھوکے کی کوئی مدد نہ کرتے۔ پس تم اپنی زندگی میں وہ اعمال بجالاؤ جن کا نمونہ محمد رسول اللہ ﷺ نے تمہارے سامنے رکھا ہے۔ تمہارے لئے نجات کا سوائے اس کے اور کوئی ذریعہ نہیں کہ تم اپنے دل میں محمد رسول اللہ ﷺ کی تصویر کھینچو۔ اور اپنے آپ کو اُنہی جیسا بنانے کی کوشش کرو۔ بلکہ تمہارے لئے تو اس زمانہ میں اَور بھی آسانی پیدا ہوگئی ہے۔ کیونکہ وہ تصویر جومٹ چکی تھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ خدا تعالیٰ نے اُس کو دوبارہ روشن کر دیا ہے۔ مٹی ہوئی تصویر سے نقشہ کھینچنا مشکل ہوتا ہے لیکن اگر تصویر پر دوبارہ رنگ پھیر دیا جائے تو نقشہ اتارنے میں کوئی دقت پیش نہیں آسکتی۔

موجودہ زمانہ میں محمد رسول اللہ ﷺ کی جو تصویر دھندلی پڑ گئی تھی۔ اور لوگوں کو نظر آنی مشکل ہوگئی تھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اُسی پر رنگ پھیر کر اُس کو روشن کر دیا ہے۔ پس اگر اب بھی غفلت سے کام لو۔ اب بھی اس تصویر کو اپنے دل پر اتارنے کی کوشش نہ کرو۔ اب بھی اس کی نقل کرنے میں کوتاہی سے کام لو تو یہ بہت بڑا گناہ ہوگا۔ خدا نے ہمارے لئے ایک آسان صورت پیدا کر دی ہے۔ جیسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کے وہ تمام جام جو دوسروں کو پلائے گئے تھے وہ سب بھر بھر کر مجھے پلائے گئے ہیں۔۔ پس محمد رسول اللہ ﷺ کے ظل میں جب ہم نے آپ کی تصویر کو دیکھ لیا تو آج ہمارے لئے کوئی بھی بہانہ باقی نہیں رہا۔ آج کوئی بھی خلق ایسا باقی نہیں رہا جس کا نمونہ ہمارے سامنے موجود نہ ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کھول کھول کر قرآن کریم کے احکام کی وہ تشریحات ہمارے سامنے رکھ دی ہیں جن پر رسول اللہ ﷺ عامل تھے۔ پس ہم میں سے ہر شخص کا خواہ مرد ہو یا عورت جوان ہو یا بوڑھا۔ بچہ ہو یا ادھیڑ عمر کا فرض ہے کہ وہ مصوّر بن جائے اور ایسا کامل مصوّر بنے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی تصویر کے مشابہ تصویر اپنے قلب پر کھینچ لے۔ مَیں نے بتایا ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی زیادہ سے زیادہ شکل جو ممکن ہے خدا سے ملتی ہے۔ پس جب محمد رسول اللہ ﷺ کی تصویر اپنے دل پر کھینچنے کی کوشش کریں گے تو چونکہ محمد رسول اللہ ﷺ کی تصویر خدا کی تصویر ہے۔ اس لئے خدا کی تصویر ہمارے اندر آجائے گی۔ اور جب خدا کی تصویر ہمارے اندر آجائے گی تو ہمارے لئے کوئی خطرہ باقی نہیں رہے گا۔ ہمارے سامنے کوئی ٹھوکر کا مقام نہیں آئے گا۔ ہماری امیدیں آپ ہی آپ حاصل ہو جائیں گی۔ خطرات آپ ہی آپ دور ہو جائیں گے۔ کیونکہ خدا ان سب باتوں سے مستغنی ہے۔ اسے نہ کوئی خطرہ پیش آسکتا ہے۔ اور نہ اُس کا کوئی ارادہ پورے ہونے سے رہ سکتا ہے۔ اسی لئے مومنوں کے متعلق اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ جنت میں وہ جو چاہیں گے انہیں حاصل ہو جائے گا۔ اس کا مفہوم یہی ہے کہ خدا تعالیٰ کے رنگ میں رنگین ہونے اور اس کی تصویر اپنے دل پر کھینچ لینے کے نتیجہ میں ان کے دلوں میں وہی خواہش پیدا ہوگی جو پوری ہونے والی ہوگی۔

عورتوں کو خصوصیت کے ساتھ مَیں اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ سب سے زیادہ احسان اُن پر رسول اللہ ﷺ کا ہے۔ کیونکہ دنیا کے پردہ پر عورتوں سے بڑھ کر کوئی مظلوم قوم نہ تھی۔ وہ حقیر اور ذلیل سمجھی جاتی تھیں۔ اور اُن کو کہیں بھی قدر کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کا عورتوں پر بہت بڑا احسان ہے کہ آپؐ نے ان کی قدر و منزلت قائم کی اور اُن کے احساسات و جذبات کا خیال رکھنے کی مردوں کو ہدایت کی۔ اس احسان کی یاد میں جو محمد رسول اللہ ﷺ نے ان پر کیا ہے ان کا فرض ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ آپؐ کے اعمال اور اخلاق کی نقل کریں اور اعمال و اخلاق کے یہی نقوش اپنے بیٹوں اور اپنی بیٹیوں کے اندر پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ آج کا انسان دراصل مجبور ہوتا ہے ان اخلاق سے جو نو یا دس سال کی عمر میں اس کے بنا دیئے جاتے ہیں۔ وہ نو دس سال کی عمر تک ماں کی گود میں پلتا اور اسی سے اخلاق و عادات سیکھتا ہے۔ پس بہترین مصوّر دنیا میں عورتیں ہوسکتی ہیں۔ جن کی گود میں ان کے بچے پلتے ہیں۔ اور جو چھوٹی عمر میں ہی ان کے قلوب پر جو تصویر اتارنا چاہیں اتار سکتی ہیں۔

پس تم محمدؐ رسول اللہ ﷺ کی تصویر اپنی اولاد کے دلوں پر کھینچو تا کہ جب وہ بڑے ہوں تو انہیں کسی نئی تصویر کی ضرورت محسوس نہ ہو۔ بلکہ ان کے بڑے ہونے کے ساتھ ہی محمد رسول اللہ ﷺ کی وہ تصویر بھی بڑی ہو جائے جو ان کی ماؤں نے ان کے دلوں پر کھینچی تھی۔

اس کے ساتھ ہی میں بڑوں سے بھی درخواست کرتا ہوں کہ جو کوتاہی آپ لوگوں سے اب تک اس سلسلہ میں ہو چکی ہے اِس کو دور کرو۔ اور محمد رسول اللہ ﷺ کے اخلاق کا ایسا اعلیٰ درجے کا نمونہ پیش کرو کہ دنیا والوں کو اس جہاں میں اس کے سوا اور کوئی چیز نظر ہی نہ آئے۔ (اسوہ حسنہ مطبوعہ دسمبر ۷۱ء صفحہ ۱۲۹۔۱۴۰)

رسولِ کائنات کی زبان مبارک سے
مظہر اتم الوہیت کے باطن کی جلوہ گری

اب خلیفہ رابع داماد رسولؐ امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب رحمۃ اللہ کی ایک روایت اور اس کی تشریح کرنا مقصود ہے جس میں رسولِ کائنات نے اپنے پُر انوار و

مقدس باطن کی جوجلوہ ربّ العرش کا طور ہے اپنے بابرکت ہونٹوں سے تاریخ ساز تصویر کھینچی ہے جو مذہبی آرٹ کا شاہکار ہے شیرِ خدا کا فرمان ہے۔

عَنْ عَلِی رضی اللہ عنہ قال سالت رسول اللہ ﷺ عن سُنَّتِہٖ فقال المَعْرِفَۃُ رَأسُ مالِی وَالعَقْلُ أصلُ دِیْنِی وَالحبُ أَسَاسِیُ وَالشَّوْقُ مَرْکَبِیُ وذِکْرُاللّٰہِ أنِیْسِیُ والثقۃُ کنزی الحزن رفیق والعلم سلاحی والصبر ردائی والرضاء غنیمتی والعجز فخری والزھد حرفتی والیقین قوتی والصدق شفیعی والطاعۃ حسبی والجھادُ خلقی وقرۃ عینی فی الصلاۃ وفی حدیث آخر و ثمرۃ فؤادی فی ذکرہ و غمی لأجل امّتی وشوقی الی ربی عزَّ وجل.

(الشفاء الجزء الاوّل صفحہ ۸۵ ناشر فاروقی کتب خانہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ ﷺ سے حضورؐ کی سنّت کے بارہ میں سوال کیا، فرمایا: معرفت میرا سرمایہ عقل میرے دین کی بنیاد محبت میری حساس، شوق میری سواری، ذکرالٰہی میرا مونس اور ثوق میرا خزانہ، غم میرا رفیق، علم میرا ہتھیار، صبر میری چادر، رضا میری غنیمت، عاجزی میرا فخر، زہد میرا پیشہ، یقین میری قوت، صدق میرا سفارشی، احکام الٰہی کی اطاعت میرا حسب، جہاد میری عادت، میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ: ذکرالٰہی میرے دل کا پھل ہے، میرا غم میری امت کے لئے اور میرا صدق میرے ربّ العالمین کی جانب ہے۔

المَعْرِفَۃُ رَائسُ مَالِیُ — معرفت میرا سرمایہ ہے

اگرچہ تمام انبیاء بحر معرفت کے خواص ہیں مگر معرفت کا انتہائی معراج حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو عطا ہوا مورخین نے یہ حیرت انگیز بات لکھی ہے کہ آنحضورؐ نے بطن مادر سے جلوہ افروزِ عالم ہونے کے بعد پہلا کلمہ اور وصال کے وقت ایک ہی بات کہی اور وہ تھی جلال ربّی الرفیع (سیرت حلبیہ جلد نمبر ا صفحہ ۹۲ جلد نمبر ۳ صفحہ ۴۶۸)۔ میرے ربّ کا جلال بڑی رفعتوں والا ہے یہ فقرہ صرف نبیوں کے سردار ہی کو زیب دیتا ہے۔ کیونکہ آپؐ کی زندگی کا ایک ایک سانس عرفان الٰہی کی منازلِ سلوک طے کرنے میں گزرا

فرش سے جا کر لیا دم عرش پر
مصطفیٰ کی سیر روحانی تو دیکھ

''عرش'' تو دراصل آپؐ کا نقطۂ آغاز تھا ورنہ بقول حضرت مصلح موعود: ''محمد رسول اللہ ﷺ تو وہ انسان ہیں جو ایک سیکنڈ میں کروڑوں میل خدا تعالیٰ کے قرب میں بڑھ گئے''۔ (خطبہ ۱۱ر فروری ۱۹۴۴ء)

اَلعَقْلُ اَصلُ دِیْنِیُ — عقل میرے دین کی بنیاد ہے

آنحضرت ﷺ سے قبل جس قدر آسمانی کتب وصحائف کا نزول ہوا ان کے احکام میں عقل، فلسفہ اور دلیل کو کوئی بنیادی حیثیت حاصل نہیں تھی۔ وجہ یہ کہ انسانیت بھی عہد طفولیت میں سے گزری تھی۔ لیکن محمد ﷺ کے عہد مبارک کے آغاز ہی سے وہ جوانی کے دور میں داخل ہوگئی۔ اس لئے آپؐ کا لایا ہوا آخری دین اس ہدایت سے لبریز ہے کہ انسان کا فرض ہے کہ خداتعالیٰ کی عطا کردہ عقلی استعدادوں سے ہر میدان میں بھرپور فائدہ اٹھائے۔ ہاں عقل کے بارہ میں یہ بات ضرور یاد رہے کہ

یہ تو خود اندھی ہے گر نیر الہام نہ ہو

اَلحُبُّ اَسَاسِیُ — محبت میری اساس ہے

آنحضرت ﷺ رحمۃ اللعالمین کی حیثیت سے کائنات کے ذرّہ ذرّہ کے محسن اعظم ہیں اور آپؐ کی محبت وشفقت کا دامن ازل سے ابد تک پھیلا ہوا ہے اور زمان ومکان کی سرحدوں سے بالا ہے۔ آپؐ برّ وکرم میں بحر عظیم، جود وسخا میں ابر بہار اور فیض وعطا میں سراج منیر ہیں۔ حضرت بانی سلسلہ کیا خوب فرماتے ہیں:

آں ترحّما کہ خلق از وے بدید
کس ندیدہ در جہاں از مادرے

وہ مہربانیاں جو مخلوق نے حضورؐ سے دیکھیں وہ کسی نے اس جہان میں اپنی ماں سے بھی نہیں پائیں۔

اَلشَّوْقُ مَرْکَبِیُ — شوق میری سواری ہے

سورۃ والنازعات میں صحابہؓ رسول اللہ ﷺ کی نسبت بتایا گیا ہے کہ وہ دینی خدمات کے لئے ہر قسم کی محنت برداشت کرتے ہیں مگر ایک وقت آئے گا جب وہ روحانی سمندر کے تیراک ہو جائیں گے اور نیکیاں ان سے طبعی مناسبت پیدا کرلیں گی تب ان میں یہ شوق پیدا ہو جائے گا کہ ہم نیکی کے میدانوں میں آگے ہی آگے بڑھتے جائیں۔

یہ انقلابی کیفیت آنحضرتؐ کے صحابہؓ میں تو تدریجاً پیدا ہوئی مگر آنحضرت ﷺ نے ''اَلشَّوْقُ مَرْکَبِیُ'' کے الفاظ سے بتایا ہے کہ آپؐ تو ابتداء ہی سے ذوق و شوق کے نئے سے نئے مدارج طے کر رہے ہیں گویا دوسروں کی روحانیت کا اختتام جس مرحلہ پر ہوتا ہے وہاں سے آپؐ کے بلند مقام کا آغاز ہوتا ہے۔

ذِکْرُ اللّٰہِ اَنِیسی — ذکر الٰہی میرا مونس ہے

آنحضرت ﷺ ہمیشہ دعا کرتے تھے'' اَللّٰھُمَّ لَا تَکِلْنِی اِلٰی نَفْسِیُ طُرْفَۃَ عَیْن''۔ (الجامع الصغیر للسیوطی جلد ا صفحہ ۱۵۶)

الٰہی مجھے ایک لحظہ کے لئے بھی میرے نفس کے سپرد نہ کرنا۔ یہ لطیف دعا بتلاتی ہے کہ ذکرِ الٰہی آپؐ کی روح اور جان تھی جس سے ایک لحظہ کا تغافل بھی آنحضورؐ کے لئے ناقابل برداشت تھا۔ حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں:۔

''احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے ذکر کے آتے ہی آپ کو جوش آجاتا تھا اور آپؐ کے لفظ لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ عشق الٰہی کا دریا آپؐ کے اندر لہریں مار رہا ہے''۔(سیرت النبی شبلی صفحہ ۴۸)

الثِّقَةُ كَنْزِىْ　وثوق میرا خزانہ ہے

آنحضرت ﷺ خدا تعالیٰ کے مظہر اتم تھے اس لئے آپ کو اپنے مولا کا ایک بے مثال عرفان حاصل تھا اور آپؐ خدائی بشارتوں کے اعتبار سے وثوق ویقین کے اس بلند ترین اور محکم مینار پر قائم تھے جس کی کوئی مثال انبیاء سابق میں نہیں پائی جاتی۔ طائف میں سنگ باری سے آپؐ کا جسم اطہر خون سے تربتر ہوجاتا ہے۔ مگر ایمان وعرفان کا یہ عالم ہے کہ اہل طائف کے بالآخر حلقہ بگوش حق ہونے کا یقین رکھتے ہوئے ان کے جلد تر ہدایت پاجانے کی دعا اور التجا کرتے ہیں

الٰہی رحم کر طائف کے گم گشتہ مکینوں پر

بچھادے رحمتوں کے پھول پتھریلی زمینوں پر

اَلْحُزْنُ رَفِيْقِى　غم میرا رفیق ہے

محبت الٰہی اور کیفیت حزن دونوں لازم وملزوم ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے ایک بار فرمایا کہ قرآن مجید مجھ پر غم کی حالت میں اترا ہے تم بھی اسی صورت میں تلاوت قرآن کیا کرو۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپؐ تو بوڑھے ہوگئے ہیں فرمایا مجھ کو سورۃ ھود، سورہ واقعہ، سورہ مرسلات اور سورہ شمس نے بوڑھا کردیا ہے۔ حضرت ابوھریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم اس چیز کو جان لو جس کو میں جانتا ہوں تو تم بہت روؤ اور تھوڑا ہنسو (بخاری)۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عبد مومن کی آنکھ سے خشیتِ الٰہی سے نکلنے والا آنسو آگ کو حرام کردیتا ہے۔(ابن ماجہ)

اَلْعِلْمُ سَلَاحِىْ　علم میرا ہتھیار ہے

آنحضرت ﷺ امّی محض تھے مگر خدا تعالیٰ نے آپؐ کے مبارک ہونٹوں پر علوم ومعارف کے غیر محدود اور ابدی چشمے جاری کردیئے۔ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:

برلبش جاری زحکمت چشمہٗ　دردلش پُر از معارف کوثرے

آنحضرتؐ کے لب مبارک سے حکمت کا چشمہ جاری ہے اور حضورؐ کے دل میں معارف سے پُر ایک کوثر ہے۔

الصَّبْرُ رِدَائِى　صبر میری چادر ہے

ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں کو جو تکالیف راہ حق میں پہنچیں اگر ان کو ایک پلڑے میں رکھا جائے اور دوسرے پلڑے میں رحمۃ اللعالمین ﷺ کو پیش آمدہ حوادث و مصائب کے پہاڑوں کو رکھا جائے تو آنحضرت ﷺ کے دکھوں کا پلڑا بھاری رہے گا۔ بایں ہمہ جس صبر عظیم کا نمونہ آپؐ کی ذات اقدس نے پیش فرمایا اس کی کوئی نظیر تاریخ عالم میں نہیں پیش کی جاسکتی اور نہ ان اخلاق کا نمونہ کہیں ڈھونڈے سے مل سکتا ہے جو آپؐ کے وجود باجود سے ظہور میں آئے۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں:-

''یہ امر اچھی طرح کھلا کہ مسیحؑ کا صبر اور حلم اختیاری تھا یا اضطراری تھا۔ کیونکہ مسیحؑ نے اقتدار اور طاقت کا زمانہ نہیں پایا تا دیکھا جاتا کہ اس نے اپنے موذیوں کے گناہ کو عفو کیا یا انتقام۔ برخلاف آنحضرت ﷺ کہ وہ صدہا مواقع میں اچھی طرح کھل گئے اور امتحان کئے گئے اور ان کی صداقت آفتاب کی طرح روشن ہوگئی''۔(براہین احمدیہ صفحہ ۲۵۰ حاشیہ نمبر ۱۱)

الرِّضَاءُ غَنِيْمَتِىْ　رضا میری غنیمت ہے

سید المرسلین رسول کائنات ﷺ رضا بالقضا کے جس بے نظیر مقام پر فائز تھے۔ اس کا اندازہ آنحضورؐ نے طائف سے واپسی پر اپنے مولا کے حضور کی۔ آنحضورؐ کے لفظ لفظ سے ایک طرف طائف کے غنڈوں اور بدسگالوں کے خونی مظالم کا نقشہ بھی سامنے آجاتا ہے وہاں آپ کی رضا بالقضاء کا پہلو بھی نمایاں ہوجاتا ہے آپؐ نے عرض کیا:

''اے میرے ربّ میں اپنی کمزوری کی تیری جناب میں شکایت کرتا ہوں اور اپنی بے چارگی کا تیرے آستانہ پر گلہ گذار ہوں۔ میری ذلت تیری نظر سے پوشیدہ نہیں۔ جس قدر چاہے سختی کر میں راضی ہوں جب تک تو راضی ہوجائے مجھ میں بجز تیرے کوئی قوت نہیں''۔(السیرۃ الحلبیہ اور دوسری تواریخ)

اَلْعِجْزُ فَخْرِىْ　عاجزی میرا فخر ہے

آنحضرت ﷺ پر سب سے بڑھ کر فیضان الٰہی ہوا اور سب سے بڑھ کر عاجزی فروتنی اور انکساری کا نمونہ بھی آپؐ ہی نے دکھلایا آنحضورؐ کی عجز ونیاز سے بھری ہوئی دعاؤں سے انسان ورطۂ حیرت میں ڈوب جاتا ہے اور یہ اعتراف کرنے پر مجبور ہوجاتا ہے کہ خاکساری اور تذلل اور کسر نفسی کی لازوال مملکت کا آسمانی تاجدار سوائے آپؐ کے کوئی نہیں۔ کیا دنیا میں کسی عارف نے ان الفاظ میں دعا کی ہے کہ:

"اللّٰھم انک تسمع کلامی و تری مکانی و تعلم سری و علانیّتی لایخفی علیک شیٔ من أمری و اناالبائس الفقیر المستغیث المستجیر الوجل المشفق المقرالمعترف بذنبہ اسئلک مسئلة المسکین وأبتھل الیک ابتھال المذنب الذلیل وادعوک دعا الخائف الضریر من خضعت لک رقبتہ و فاحنت لک عبر نہ وذلّ لک جسمہ ورغم لک انفہ اللّٰھم لاتجعلنی بدعائک شقیا و کن بی رؤفًا رحیمًا یا خیر المسئولین ویا خیر المعطین"

(الجامع الصغیر للسیوطیؒ جلد اصفحہ ۵۲)

ہر کہ عارف تر است ترساں تر

الزھد حِرْفَتِیْ زہد میرا پیشہ ہے

ان مبارک الفاظ کی وجد آفریں تشریح حضرت بانی سلسلہ احمدیہ مسیح موعود ومہدی موعودؑ کے الفاظ میں ملاحظہ ہو۔ فرماتے ہیں:۔

'' خدا تعالیٰ نے بے شمار خزائن کے دروازے آنحضرتؐ پر کھول دیئے سو آنجنابؐ نے ان سب کو خدا کی راہ میں خرچ کیا اور کسی نوع کی تن پروری میں ایک حبہ بھی خرچ نہ ہوا نہ کوئی بارگاہ تیار ہوئی بلکہ ایک چھوٹے سے کچے کوٹھے میں جس کو غریب لوگوں کے کوٹھوں پر کچھ بھی ترجیح نہ تھی اپنی ساری عمر بسر کی......سونے کے لئے اکثر زمین پر بستر اور رہنے کے لئے ایک چھوٹا سا جھونپڑا اور کھانے کے لئے نانِ فاقہ اختیار کیا''۔ (براہین احمدیہ صفحہ ۲۵۰۔۲۶۳ حاشیہ نمبر ۱۱)

الیقین قوتی یقین میری قوت ہے

سیرت نبوی ﷺ کے بے شمار واقعات آنحضرتؐ کے یقین کامل پر شاہد ناطق ہیں۔ خونی دشمن غارِ ثور کے منہ تک آن پہنچا ہے مگر آپؐ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو مخاطب کر کے پُر جلال لب ولہجہ میں فرماتے ہیں لَاتَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (التوبۃ) غم مت کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

الصِّدق شَفِیْعِی صدق میرا سفارشی ہے

سلسلہ انبیاء میں آنحضورؐ ہی کو یہ عظمت وجلالتِ مرتبت حاصل ہے کہ عہد شباب میں ملک بھر میں آپؐ کو ہر شخص امین اور صادق کے نام سے پکارتا تھا لہٰذا ہم استعارہ کی زبان میں کہہ سکتے ہیں کہ صداقت وامانت جب مجسم ہو کر رونق آرائے عالم ہوئی تو اس کا نام محمدؐ رکھا گیا ﷺ۔

الطَّاعَۃُ حَسَبِیْ اطاعت میرا حسب ہے

خدائے عزّ وجل سے عاشقانہ تعلق بندۂ مومن کے قلب وروح پر خالق حقیقی کا تخت قائم کر لیتا ہے اس منزل پر اس کا جسم اور روح دونوں ہی مجسم اطاعت بن جاتے ہیں یہ روحانی کمال اپنی پوری شان کے ساتھ آنحضور ﷺ کی سیرت کے ہر گوشے میں نمایاں نظر آتا ہے۔ آپ کی شان اطاعت مصائب اور فتوحات ہر دو زمانہ میں سورج کی طرح چمک رہی ہے۔

دنیا کی تاریخ بتلاتی ہے کہ مفتوح شہروں میں داخلہ کے وقت دنیا کے ہر فاتح کا سر فخر وناز سے بلند ہو گیا اور بادشاہان کجکلاہ نے اپنے رعب داب اور قوت و شوکت کا سکّہ بٹھانے کے لئے کھوپڑیوں کے مینار بنا دیئے مگر دنیا کا وہ سب سے بڑا فاتح (جس کے آستانے پر ہر زمانہ میں کروڑوں جاکر ادنیٰ غلاموں کی طرح سر جھکائے حاضر رہے ہیں اور آج بھی موجود ہیں) جب دس ہزار قدوسیوں کے جلو میں فاتحانہ شان کے ساتھ وادیٔ مکّہ میں داخل ہوا تو اس کی روح حمد وشکر سے لبریز ہو کر سجدہ ریز تھی اور سر مبارک جھکا ہوا تھا۔ (سیرت ابن ہشام)

اَلْجِھَادُ خُلُقِیْ جہاد میری عادت ہے

قرآن وحدیث کی رو سے جہاد کی کئی اقسام ہیں۔ جہاد بالنفس جسے جہاد اکبر کا نام خود آنحضرتؐ نے فرمایا ہے۔ جہاد بالمال، جہاد بالسیف اور جہاد کبیر جو قرآنی اصطلاح میں اشاعتِ قرآن سے تعبیر ہے۔ ہمارے آقا ومولا محمد عربی ﷺ نے جہاد کے ہر میدان میں جھنڈے گاڑ دیئے اور استقلال اور شجاعت اور پامردی کے ایسے ایسے نمونے دکھائے کہ دنیا کے بڑے بڑے مفکر اور مستشرق آج بھی حیرت زدہ رہ جاتے ہیں۔ جہاد بالقرآن ہی کو لیں تو اس میں آپؐ کی امتیازی شان تسلیم کرنا پڑتی ہے۔ بدبخت یہود آنحضرت ﷺ کے بدترین دشمن تھے مکّہ والوں نے انہی کی پشت پناہی میں غزوۂ احزاب کے موقع پر چڑھائی کی تھی۔ ان بدنصیبوں نے آنحضرت ﷺ کو اپنے گھر بلا کر شہید کرنے کی بھی سازش کی تھی مگر آنحضرت ﷺ کو وہ استقلال تھے آپؐ اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر مدینہ میں قائم مدارس اور مذہبی مراکز میں بنفسِ نفیس تشریف لے جاتے اور خدا کا پیغام پہنچاتے تھے۔

آنحضرتؐ کا مطمحِ نظر دعوت الی اللہ سے معاذ اللہ کوئی اپنی مسند اقتدار جمانا نہیں بلکہ خدائے ذوالعرش کی آسمانی بادشاہت کا زمین کے چپّے چپّے پر قیام تھا۔ خدا تعالیٰ کا اپنے اس محبوب ترین رسول کو یہ حکم تھا: یٰٓاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ (المائدہ آیت ۶۸)۔ یارسول اللہ اپنے ربّ کی طرف سے جو کلام نازل کیا گیا ہے اسے تمام لوگوں تک پہنچادو۔

قُرَّۃُ عَیْنِی فِی الصَّلٰوۃِ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے

جیسا کہ بعض اکابرامت نے وضاحت کی ہے کہ آنحضرت ﷺ کا سب سے عظیم الشان نام عبداللہ ہے یعنی خدا کا بندہ اور یہ نام خود قرآن کریم میں مذکور ہے نماز اور عبادت کے باب میں آپؐ اپنی نظیر آپؐ تھے۔ فرائض پنجگانہ کے علاوہ سنن ونوافل کی انتالیس رکعتیں روزانہ معمولاً ادا فرماتے۔ رات کا اکثر حصہ عبادت شاقہ میں گزارتے۔ یہاں تک کہ پائے مبارک تک سوج جایا کرتے تھے۔ بعض صحابہؓ نے عرض کی حضورؐ یہ زحمت کیوں گوارہ فرماتے ہیں۔ ارشاد فرمایا کہ میں کیا عبد شکور نہ بنوں۔ اگر کبھی کسی وقت کی سنت نماز دینی کاموں کے باعث چھوٹ جاتی تو اس کی قضا آپؐ ضرور پڑھتے۔ ایک دفعہ ظہر وعصر کے درمیان کسی وفد کی آپؐ سے ملاقات تھی۔ آپؐ ظہر کے بعد کی دو رکعت نہ پڑھ سکے نماز عصر کے بعد آپؐ نے ازواج مطہرات کے حجروں میں جا کر دو رکعت نماز ادا کی۔

ثَمْرَۃُ فُؤَادِیْ فِی ذِکْرِہٖ ذکر الٰہی میرے دل کا پھل ہے

آنحضور ﷺ کی ذکر الٰہی کے حیرت انگیز انقلابات وتاثیرات پر حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے درج ذیل الفاظ میں روشنی ڈالی ہے:۔

'' وہ جو عرب کے بیابانی ملک میں ایک عجیب ماجرہ گزرا کہ لاکھوں مُردے تھوڑے دنوں میں زندہ ہو گئے اور پشتوں کے بگڑے ہوئے الٰہی رنگ پکڑ گئے اور آنکھوں کے اندھے بینا ہوئے۔ اور گونگوں کی زبان پر الٰہی معارف جاری ہوئے

اور دنیا میں یکدفعہ ایک ایسا انقلاب پیدا ہوا کہ نہ پہلے اس سے کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا کچھ جانتے ہو کہ وہ کیا تھا وہ ایک فانی فی اللہ کی اندھیری راتوں کی دعائیں ہی تھیں جنہوں نے دنیا میں شور مچا دیا اور وہ عجائب باتیں دکھلائیں کہ جو اس امی بیکس سے محالات کی طرح نظر آتی تھیں''۔ (برکات الدعا صفحہ نمبر ۱۱)

غَمِّی لَا جْلِ اُمَّتِیْ میرا غم اپنی امت کے لئے ہے

روایت ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ نے حضرت ابراھیم علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعض دعائیں پڑھیں اور پھر دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔ آپ ؐ اَللّٰھُمَّ اُمَّتِیْ اُمَّتِیْ کہتے جاتے تھے اور آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب جاری تھا۔ (صحیح مسلم باب بکائہ ﷺ لامتہ)

حضرت سعدؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ مکہ سے مدینہ طیبہ روانہ ہوئے۔ مقام زدعرا کے قریب سواری سے اُترے اور ہاتھ اُٹھا کر دیر تک بارگاہ الٰہی میں دعا کی اور اپنی سجدہ گاہ کو آنسوؤں سے تر کر دیا۔ فارغ ہو کر صحابہؓ سے فرمایا۔

''میں نے اپنی امت کی مغفرت کے لئے خدا سے دعا مانگی تھی جس کا ایک حصہ مقبول ہوا میں شکر کے لئے سجدہ میں گرا پھر مزید درخواست کی۔ اس میں وہ بھی قبول کی۔ میں سجدہ شکر اس کو بھی درجہ استجابت بخشا اور پھر میں سجدہ میں گر پڑا۔''

(سیرت النبیؐ جلد دوم صفحہ ۳۴۹، ۳۵۰ از علامہ شبلی نعمانی)

شوقِی اِلیٰ ربی عَزَّوَجَلَّ میرا اشتیاق اپنے پروردگار کی جانب ہے

اس حدیث مبارک کی روح پرور تشریح حضرت مصلح موعودؓ کے ایمان افروز الفاظ میں پیش کرتا ہوں۔ حضور تحریر فرماتے ہیں:۔

''جب موت قریب ہو تو اس وقت تو اکثر آدمی اپنے مشاغل کو یاد کر کر کے افسوس کرتے ہیں کہ اگر اور کچھ دن زندگی ہوتی تو کام بھی کر لیتے اور فلاں کام بھی کر لیتے جوانی میں اس قدر حرص نہیں ہوتی جس قدر بڑھاپے میں ہو جاتی ہے اور یہی خیال دامن گیر ہو جاتا ہے کہ اب بچوں کے بچے دیکھیں اور پھر ان کی شادیاں دیکھیں اور جب موت قریب آتی ہے تو اور بھی توجہ ہو جاتی ہے اور بہت سے لوگوں کا بستر مرگ دیکھا گیا ہے کہ حسرت واندوہ کا مظہر اور رنج وغم کا مقام ہوتا ہے۔ اور اگر 'اور' کاش، کا اعادہ اس کثرت سے کیا جاتا ہے کہ عمر بھر میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ مرنے والا پے در پے اپنی خواہشات کا ذکر کرتا ہے اور اپنے وقت کو وصیت میں صرف کرتا ہے میرے فلاں مال کو فلاں کے سپرد کرنا اور میری بیوی سے یہ سلوک کرنا اور بیٹوں سے یوں حسن سلوک سے پیش آنا۔ فلاں سے میں اس قدر روپیہ لینا ہے اور فلاں کو اس قدر دینا ہے۔ غرض اس قسم کی بہت سی باتیں ہیں جو روزانہ ہر گھر میں دہرائی جاتی ہیں اور چونکہ موت کا سلسلہ ہر جگہ لگا ہوا ہے اور ہر فرد بشر کو اس دروازہ سے گزرنا پڑتا ہے اس لئے تمام لوگ ان کیفیات کو جانتے ہیں زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔

میرا آقا جہاں اور ہزاروں باتوں میں دوسرے انسانوں سے اعلیٰ اور مختلف ہے وہاں اس بات میں بھی دوسروں سے بالا تر ہے۔ اس میرے سردار کی موت کا واقعہ کوئی معمولی سا واقعہ نہیں۔ کس گمنامی کی حالت سے ترقی پا کر اس نے اس عظیم الشان حالت کو حاصل کیا تھا اور کس طرح خدا تعالیٰ نے اسے ہر دشمن پر فتح دی تھی اور ہر میدان میں غالب کیا تھا۔ ایک بہت بڑی حکومت کا مالک اور بادشاہ تھا اور ہزاروں قسم کے انتظامات اس کے زیر نظر تھے۔ لیکن اپنی وفات کے وقت اسے ان چیزوں میں سے ایک کا بھی خیال نہیں نہ وہ آئندہ کی فکر کرتا ہے نہ تدابیر ملکی کے متعلق وصیت کرتا ہے نہ اپنے رشتہ داروں کے متعلق ہدایت لکھواتا ہے بلکہ اس زبان پر اگر کوئی فقرہ جاری ہے تو یہی کہ اَللّٰھُمَّ فِی الرَّفِیْقِ الْاَعْلیٰ اَللّٰھُمَّ فِی الرَّفِیقِ الْاَعلیٰ اے میرے اللہ مجھے رفیق اعلیٰ میں جگہ دے اے میرے اللہ مجھے رفیق اعلیٰ میں جگہ دے۔ اس فقرہ کو ذرا ان مضطربانہ حرکات سے مقابلہ کر کے دیکھو جو عام طور سے مرنے والوں سے سرزد ہوتی ہے کیسا اطمینان ثابت ہوتا ہے کیسی محبت ہے۔ ساری عمر آپ ؐ خدا تعالیٰ کو یاد کرتے رہے۔ اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے خلوت وجلوت، غرض کہ ہر جگہ آپ ؐ کی زبان پر جاری تھا اور اب جبکہ وفات کا وقت آیا تب بھی بجائے کسی اور دنیاوی غرض یا مطلب کی طرف متوجہ ہونے کے خدا ہی کی یاد آپ ؐ کے سینہ میں تھی اور جن کو چھوڑ نے چلے تھے اُن کی فرقت کے صدمہ کی بجائے جن سے ملنا تھا ان کی ملاقات کی تڑپ تھی۔ اور زبان پر اپنے ربّ کا نام جاری تھا۔

آہ کیسا مبارک وہ وجود تھا۔ کیا احسان ماننے والا وہ انسان تھا۔ اس کی زندگی بہتر سے بہتر انسانوں کے لئے اسوۂ حسنہ اور مہذب سے مہذب روحوں کے لئے ایک نمونہ تھی۔ اس نے اپنے پیدا ہونے سے مرنے تک کوئی وقت اپنے ربّ کی یاد سے غافل نہیں گزارا۔ وہ پاک وجود خدا تعالیٰ میں بالکل محو ہی ہو گیا تھا۔ اس کی نظر میں سوائے اس واحدۂ لاشریک خدا کے جولم یلد ولم یولد ہے اور کوئی وجود جچتا ہی نہ تھا۔ پھر بھلا جو ذکر کہ تمام عمر اس کی زبان پر رہا وفات کے وقت وہ اسے کہاں بھلا سکتا تھا۔ جو کچھ انسان ساری عمر کھایا کرتا رہا ہو وہی اسے وفات کے وقت بھی یاد آتا ہے۔ پھر جس کی عمر کا مشغلہ ہی یاد الٰہی ہو اور زندگی بھر جس کی روحانی غذا ہی ذکر الٰہی ہو وہ وفات کے وقت اور کسی چیز کو کب یاد کر سکتا ہے۔

مجھے میرا مولا پیارا ہے اور مجھے محمدؐ رسول اللہ ﷺ بھی پیارا ہے کیونکہ وہ میرے مولا کا سب سے بڑا عاشق اور دلدادہ ہے اور جسے جس قدر میرے ربّ سے زیادہ اُلفت ہے مجھے بھی وہ اُسی قدر عزیز ہے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلیٰ اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلیٰ اِبْرَاھِیمَ وَعَلیٰ اٰلِ ابراھیم اِنَّکَ حَمِیدٌ مَجِیدٌ۔ (سیرت النبیؐ صفحہ ۵۶، ۵۷ ناشر فضل عمر فاؤنڈیشن ربوہ)

اللہ تعالیٰ انگلستان کے خوش نصیب انصار اللہ کو خصوصاً اور روس سے امریکہ اور یورپ سے آسٹریلیا تک پھیلے ہوئے خدام وانصار بزرگوں کو عشق رسول کا چلتا پھرتا

نمونہ بنادے جن کی نورانی صورتوں، کوثر وتسنیم سے دھلی ہوئی زبانیں، خلق خدا کی محبت ونصرت عشق نبوی اور اپنے ربّ کریم سے وفا اور ذاتی تعلق کے ذریعہ ۱۴سو سال پیچھے پلٹ جانے اور عہد نبوی کے مکہ ومدینہ کے نقشے ایک بار پھر ہر براعظم، ہر قوم، ہر مغربی ومشرقی، اسود وابیض بلکہ ہر دل میں اس کمال شان کے ساتھ جلوہ گر ہوجائیں کہ زبانیں پکار اٹھیں کہ عہد نبوت فی الواقعہ پلٹ آیا ہے اور ارض وسماء ہی بدل گئے ہیں۔ جیسا کہ حضرت مصلح موعود نے جلسہ سالانہ ۲۸ دسمبر ۱۹۳۷ء کی تقریر ''انقلاب حقیقی'' میں فرمایا:

بیشک آج ہم وہ کام نہیں کر سکتے جو حکومت اور بادشاہت کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ مگر وہ باتیں جو ہمارے اختیار میں ہیں اُن پر آج سے ہی عمل شروع ہوجانا چاہئے۔ اور پھر آئندہ قریب زمانہ میں جوں جوں شریعت کے احکام تفصیل سے لکھے جائیں ان تمام احکام کو عملی رنگ دیتے چلے جانا چاہیے۔ اور جماعت ان کو یاد کرتی چلی جائے تا یہ نہ ہو کہ وہ صرف چندہ دے کر یہ سمجھ لے کہ اس کا کام ختم ہوگیا۔ بلکہ اسلام کے تمام احکام پر عمل اس کی غذا ہو اور سنّت وشریعت کا احیاء اس کا شغل ہو۔ یہانتک کہ دنیا تسلیم کرے کہ سوائے اُس حصہ کے جو خدا تعالیٰ نے چھین کر انگریزوں کو دیدیا ہے باقی تمام امور میں جماعت احمدیہ نے فی الواقعہ ایک نیا آسمان اور ایک نئی زمین بنادی ہے۔ اور ہم میں سے ہر شخص جہاں بھی پھر رہا ہو دنیا اسے دیکھ کر یہ نہ سمجھے کہ یہ بیسویں صدی میں انگریزوں کے پیچھے پھرنے اور مغربیت کی تقلید کرنے والا ایک شخص ہے۔ بلکہ یہ سمجھے کہ یہ آج سے تیرہ سو سال پہلے محمد ﷺ کے زمانہ میں مدینہ کی گلیوں میں پھر رہا ہے۔ اے دوستو! میں نے خدا تعالیٰ کا حکم آپ لوگوں تک پہنچا دیا ہے۔ محمد ﷺ کی عزت کا سوال کوئی معمولی سوال نہیں۔ آپ لوگوں نے اقرار کیا ہے کہ آپ ہر تکلیف اور ہر مصیبت اٹھا کر بھی اسلام کے احکام پر عمل کریں گے اور اس تمدّن کو قائم کرینگے جس تمدّن کو قائم کرنے کا اسلام نے حکم دیا۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ آپ لوگوں میں سے ہر ایک اپنے عہد پر مضبوطی سے قائم رہے گا۔ اور رسول کریم ﷺ کی ان باتوں پر فوراً عمل کرنا اس کے اختیار میں ہے۔ یہانتک کہ وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ احمدی رسول کریم ﷺ کی ہتک کرتے ہیں۔ اُن کا منہ تمہارا عملی نمونہ دیکھ کر بند ہوجائے اور تم یہ دعویٰ کرسکو کہ اگر ہم ہتک کرتے ہیں تو دیکھو کہ محمد ﷺ کن میں زندہ ہیں اور ہر شخص اقرار کرے کہ آپ احمدیوں کے وجود میں زندہ ہیں۔

اس کے بعد میں اپنی تقریر کو ختم کرتا ہوں۔ بہت سے حصے اس تقریر کے ایسے ہیں جن کو میں نے بغیر تشریح کے چھوڑ دیا ہے۔ ان کی تشریح کسی اور کتاب میں اگر اللہ تعالیٰ چاہے، بیان ہوجائے گی۔ اسی طرح میں علماء سے کتابیں لکھوانے کی بھی کوشش کروں گا۔ البتہ دوستوں کو پھر توجہ دلاتا ہوں کہ اقرار کرنا آسان ہوتا ہے مگر عمل کرنا مشکل۔ کئی لوگ ہیں جنہوں نے یہاں تو قرار کیا ہے کہ وہ اپنی لڑکیوں کو اپنی جائیداد کا حصہ دیں گے مگر جب گھر پہنچ کر اس پر عمل کرنے لگیں گے تو بیٹے کہیں گے کہ ہمارے ابا اپنی جائیداد برباد کر رہے ہیں۔ اور اس طرح تمہارے راستے میں کئی روکیں حائل ہونگی۔ پس تم اس وقت ایک پختہ عزم لے کر اٹھو اور یاد رکھو کہ باتیں کرنا آسان ہوتی ہیں مگر عمل کرنا مشکل ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ کوئی نیا مسئلہ نہیں جو لوگوں کے سامنے بیان کیا گیا بلکہ آپ اسے پہلے بھی جانتے تھے۔ لیکن باوجود علم کے عمل نہیں کرتے تھے۔ پس جذبات کی رَو میں جب چاروں طرف سے نعرے لگ رہے ہوں عہد کرلینا آسان ہوتا ہے۔ اور کئی کمزور بھی اس عہد میں شامل ہوجاتے ہیں۔ مگر جب کام کا وقت آتا ہے تو وہ بہانے بنانے لگ جاتے ہیں اور جماعت کے اُن افسروں کو جو کام پر متعین ہوتے ہیں بدنام کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ پس مَیں جانتا ہوں کہ اس کے نتیجہ میں قسم قسم کے فساد پھیلیں گے۔ اور لوگ افسروں کو بدنام کریں گے۔ انہیں شرارتی اور فسادی قرار دیں گے۔ جیسے قادیان میں جب لوگوں کو سزا دی جاتی ہے تو وہ شور مچانا شروع کر دیتے ہیں۔ اور لوگوں کو یہ نہیں بتاتے کہ انہوں نے شریعت کی فلاں بے حرمتی کی تھی جس کی انہیں سزا ملی۔ بلکہ یہ کہتے ہیں کہ فلاں افسر کی ہم سے کوئی عداوت تھی جس کے نتیجہ میں ہمیں یہ سزا ملی۔ اسی قسم کے واقعات باہر کی جماعتوں میں بھی رونما ہونگے۔

پس دوستوں کو چاہیے کہ وہ دُعاؤں پر زیادہ زور دیں اور خدا تعالیٰ سے ہی کہیں کہ اے خدا تو نے ہمارے کندھوں پر وہ بوجھ لادا ہے جو تو نے محمد ﷺ کے کندھوں پر ڈالا تھا۔ اے خدا ہمیں اپنی کمزوریوں کا اقرار اور اپنی غلطیوں کا اعتراف ہے۔ ہم میں کوئی طاقت نہیں ہم تیری ہی مدد اور تیری ہی نصرت کے محتاج اور سخت محتاج ہیں۔ اے خدا تمام طاقت تجھی ہی کو حاصل ہے۔ تو اپنے فضل سے ہمارے کمزور کندھوں کو مضبوط بنا۔ ہماری زبانوں پر حق جاری کر۔ ہمارے دلوں میں ایمان پیدا کر۔ ہمارے ذہنوں میں روشنی پیدا کر۔ ہمیں اپنے فضل سے ہمت بلند بخش۔ ہماری سستیوں اور ہماری غفلتوں کو ہم سے دُور کر اور ہمارے اندر وہ قوتِ ایمانیہ پیدا کر کہ اگر ہماری جان بھی جاتی ہو تو چلی جائے۔ مگر ہم تیرے احکام سے ایک ذرّہ بھی انحراف نہ کریں اے خدا تو ہمیں اپنے فضل سے توفیق دے کہ ہم تیری شریعت کو دنیا میں قائم کرسکیں۔ تا تیرے دین کی برکات لوگوں کو مسحور کرلیں۔ اور انہیں بھی اسی بات پر مجبور کردیں کہ وہ اسلام میں داخل ہوجائیں۔

دنیا میں انسان جب ایک سبق یاد کرلیا کرتا ہے تو استاد اسے دوسرا سبق دیتا ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ جب تم اس سبق کو یاد کرلوگے۔ تو اللہ تعالیٰ دنیا کی حکومتیں اور بادشاہتیں تمہارے قدموں میں ڈال دے گا۔ اور کہے گا جب تم نے ان تمام احکام اسلام کو جاری کر دیا جن کے لئے حکومت کی ضرورت نہیں تھی۔ تو آؤ اب میں حکومتیں بھی تمہارے سپرد کرتا ہوں۔ تا جو چند احکام شریعت کے باقی ہیں ان کا بھی عالم میں نفاذ ہو۔ اور اسلامی تمدّن کی چاروں دیواریں پایۂ تکمیل کو پہنچ جائیں۔ پس اگر تم میری ان باتوں پر عمل شروع کردو تو اللہ تعالیٰ حکومتوں کو بھی تمہارے سپرد کردے گا۔ اور اپنے فرشتوں کو حکم دے گا کہ جاؤ اور ان کا تختہ اُلٹ کر حکومت کی

باگ ڈوران کے ہاتھ میں دوجو میرے اسلام کو دنیا میں رائج کر رہے ہیں۔ پس جو تم کر سکتے ہو کرو۔ اور سمجھ لو کہ باقی حصّہ کو خدا تعالیٰ خود سر انجام دے گا اور تم اللہ تعالیٰ کی ان طاقتوں کا مشاہدہ کرو گے جن طاقتوں کا محمد ﷺ نے مشاہدہ کیا۔ لیکن یہ کام بڑا ہے اور ہم کمزور اور ناتواں ہیں۔ پس آؤ کہ ہم خدا سے ہی دعا کریں کہ اے خدا تو ہم کو سچا بنا۔ تو ہمیں جھوٹ سے بچا۔ تو ہمیں بزدلی سے بچا۔ تو ہمیں غفلت سے بچا۔ تو ہمیں نافرمانی سے بچا اے خدا ہمیں اپنے فضل سے قرآن پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرما۔ اور ہمارے چھوٹوں کو اور ہمارے بڑوں کو۔ سب کو یہ توفیق دے کہ وہ تیرے کامل متبع بنیں۔ اور ان تمام لغزشوں اور گناہوں سے محفوظ رہیں۔ جو انسان کا قدم صراط مستقیم سے منحرف کر دیتے ہیں۔ اے ہمارے ربّ! ہمارے دلوں میں اپنی محبت پیدا فرما۔ اے ربّ اپنی تعلیم اپنی سیاست اپنے اقتصاد۔ اپنی معاشرت اور اپنے مذہب کی محبت ہمارے دلوں میں اس تعلیم سے زیادہ اور کوئی پیاری تعلیم نہ ہو جو تو نے محمد ﷺ کے ذریعہ ہمیں دی۔ اے خدا جو تیری طرف منسوب ہو اور تیرا پیارا ہو وہ ہمارا پیارا ہو۔ اور جو تجھ سے دُور ہو اس سے ہم دُور ہوں۔ لیکن سب دنیا کی ہمدردی اور اصلاح کا خیال ہمارے دلوں پر غالب ہو۔ اور ہم اس انقلاب عظیم کے پیدا کرنے میں کامیاب ہوں جو تُو اپنے مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ سے قائم کرنے کا ارادہ ظاہر کر چکا ہے۔ آمین اَللّٰھُمَّ امِیْن۔ (انقلاب حقیقی صفحہ ۱۲۹ تا ۱۳۳)

ربّ ذوالجلال کے عرش پر دھوم مچانے دینے والے اشعار

بالآخر بادشاہ دو عالم محمد ﷺ کے عدیم المثال عاشق سیدنا مصلح موعود کے چند نعتیہ اشعار سپرد قرطاس کرتا ہوں تا ہر عاشق رسول احمدی انہیں اپنے دل میں بسا لے اور اسوقت تک سینہ سے سجائے رکھے۔ جب تک تمام بندگان انہی عشق رسول کے روحانی زینے کے ذریعہ ربّ العرش تک پہنچ کر خدا اور مصطفیٰ کے رجسٹر میں دربار محمدی کے حقیقی مسلمانوں میں شمار نہیں کئے جاتے۔

محمدؐ پر ہماری جاں فدا ہے
کہ وُہ کوئے صنم کا رہنما ہے

مرا دل اس نے روشن کر دیا ہے
اندھیرے گھر کا میرے وہ دیا ہے

مجھے اِس بات پر ہے فخر محمود
میرا معشوق محبوب خدا ہے

محمدؐ جو ہمارا پیشوا ہے
محمدؐ جو کہ محبوب خُدا ہے

ہو اس کے نام پر قربان سب کچھ
کہ وہ شاہنشہِ ہر دو سرا ہے

اسی سے میرا دل پاتا ہے تسکین
وہی آرام میری رُوح کا ہے

خدا کو اس سے مِل کر ہم نے پایا
وہی اِک راہِ دین کا رہنما ہے

ماہانہ رپورٹ کارگزاری انصاراللہ

ماہانہ رپورٹ کارگزاری مجالس سے مرکز میں بھجوانے کی آخری تاریخ زعماء کیلئے ہر ماہ کی 7 اور ریجنل ناظمین کے لئے 15 تاریخ مقرر ہے۔

جن زعماء/ریجنل ناظمین ابھی تک ستمبر 2005ء کی رپورٹ نہیں بھجوائی وہ مہربانی کر کے جلد رپورٹ بجھوا کر ممنون فرماوی۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء

ایڈیشنل قائد عمومی مجلس انصاراللہ یو کے

غیرت دینی کے چند بے نظیر نمونے

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَ يُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِي حَدِيْثٍ غَيْرِهٖۤ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ط اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِي جَهَنَّمَ جَمِيْعًا۔(سورۃ النساء:141)

ترجمہ: اور یقیناً اس نے تم پر کتاب میں یہ حکم اتارا ہے کہ جب تم سنو کہ اللہ کی آیات کا انکار کیا جا رہا ہے یا ان سے تمسخر کیا جا رہا ہے تو اُن لوگوں کے پاس نہ بیٹھو یہاں تک کہ وہ اس کے سوا کسی اَور بات میں مصروف ہو جائیں۔ ضرور ہے کہ اس صورت میں تم معاً اُن جیسے ہی ہو جاؤ۔ یقیناً اللہ سب منافقوں اور کافروں کو جہنم میں اکٹھا کرنے والا ہے۔

اس مضمون کی سب سے زیادہ وضاحت آنحضرت ﷺ کے ارشادات مبارکہ اور اور آپ کی سنت سے ہوتی ہے۔ دیگر صفات کی طرح خدا تعالیٰ کے نام کی عظمت اور غیرت دینی کا اظہار بھی آپکی ذات میں اپنے کمال کو پہنچا ہوا تھا۔ چنانچہ ایک بڑا مشہور واقعہ ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ سخت خطرے کی حالت میں بھی آپؐ نے توحید کی عظمت پر حرف نہیں آنے دیا۔

غزوۂ احد کے موقعہ پر جب کفار کی طرف سے آنحضرت ﷺ کی شہادت کی جھوٹی خبر پھیلا دی گئی تو مکہ کے رؤساء دیر تک آنحضرت ﷺ کی نعش میدان میں تلاش کرتے رہے اور اس نظارے کے شوق میں ان کی آنکھیں ترس گئیں مگر جو چیز کہ نہ ملنی تھی، نہ ملی۔ اس تلاش سے مایوس ہو کر ابوسفیان اپنے چند ساتھیوں کو ساتھ لے کر اس درّہ کی طرف بڑھا جہاں مسلمان جمع تھے اور اس کے قریب کھڑے ہو کر پکار کر بولا: ''مسلمانو! کیا تم میں محمد ہے؟'' آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کوئی جواب نہ دے؛ چنانچہ سب صحابہ خاموش رہے۔ پھر اس نے ابوبکر و عمر کا پوچھا، مگر اس پر بھی آپ کے ارشاد کے ماتحت کسی نے جواب نہ دیا۔ جس پر اس نے بلند آواز سے فخر کے لہجہ میں کہا کہ یہ سب لوگ مارے گئے ہیں کیونکہ اگر وہ زندہ ہوتے تو جواب دیتے۔ اس وقت حضرت عمرؓ سے نہ رہا گیا اور وہ بے اختیار ہو کر بولے: اے اللہ کے دشمن! تو جھوٹ کہتا ہے، ہم سب زندہ ہیں اور خدا ہمارے ہاتھوں سے تمہیں ذلیل کرے گا۔ ابوسفیان نے حضرت عمرؓ کی آواز پہچان کر کہا ''عمر سچ سچ بتاؤ کیا محمد زندہ ہے؟'' حضرت عمرؓ نے کہا ''ہاں! خدا کے فضل سے وہ زندہ ہیں اور تمہاری یہ باتیں سن رہے ہیں۔'' ابوسفیان نے کسی قدر دھیمی آواز میں کہا: تو پھر ابن قمئہ نے جھوٹ کہا ہے کیونکہ میں تمہیں اس سے زیادہ سچا سمجھتا ہوں۔ اس کے بعد ابوسفیان نے نہایت بلند آواز سے پکار کہا: اُعلُ ھُبَل۔ یعنی اے ھبل تیری بلندی ہو۔ صحابہ آنحضرت ﷺ کے ارشاد کی وجہ سے خاموش رہے مگر آنحضرت ﷺ جو اپنے نام پر تو خاموش رہنے کا حکم فرما دیتے تھے، اب خدا تعالیٰ کے مقابلہ میں بت کا نام آنے پر بیتاب ہو گئے۔ فرمایا: تم جواب کیوں نہیں دیتے؟ صحابہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! کیا جواب دیں؟ آپ نے فرمایا: کہو اَللّٰهُ اَعلىٰ وَ اَجل یعنی بلندی اور بزرگی صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے۔ ابوسفیان نے کہا لَنَا العُزّىٰ وَلَا عُزّىٰ لَکُم۔ ہمارے ساتھ عزیٰ ہے اور تمہارے ساتھ عزیٰ نہیں ہے۔ آنحضرت ﷺ نے صحابہ سے فرمایا کہ کہو اَللّٰهُ مَولَانَا وَلَا مَولىٰ لَکُم۔ عزیٰ کیا چیز ہے۔ ہمارے ساتھ اللہ مددگار ہے اور تمہارے ساتھ کوئی مددگار نہیں۔ (سیرت خاتم النبیین از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب صفحہ 498 تا صفحہ 499)

ایک اور موقعہ پر بھی آپ کا یہی اسوۂ حسنہ جلوہ گر ہوا جب ایک غزوہ میں آپ نے ایک مشرک کی مدد لینے سے انکار فرما دیا۔

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ غزوۂ بدر کے لیے تشریف لے جا رہے تھے کہ حرۃ الوبرہ مقام پر ایک مشرک شخص حاضر خدمت ہوا۔ جرأت و شجاعت میں اس کی بہت شہرت تھی۔ صحابہؓ اسے دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ اس نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں اس شرط پر آپ کے ساتھ لڑائی میں شامل ہونے آیا ہوں کہ مال غنیمت سے مجھے بھی حصہ دیا جائے۔ آپ نے فرمایا کیا تم اللہ اور رسول پر ایمان لاتے ہو؟ اس نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا پھر تم جا سکتے ہو، میں کسی مشرک سے مدد لینا نہیں چاہتا۔ کچھ دیر کے بعد اس نے پھر حاضر ہو کر یہی درخواست کی تو آپؐ نے وہی جواب دیا۔ وہ تیسری دفعہ آیا اور عرض کیا کہ مجھے بھی شریک لشکر کر لیں۔ آپ نے پھر پوچھا کہ اللہ اور رسول پر ایمان لاتے ہو؟ اس دفعہ اس نے اثبات میں جواب دیا تو آپ نے فرمایا ٹھیک ہے پھر ہمارے ساتھ چلو۔(صحیح مسلم کتاب الجهاد والسیر باب کراهية الاستعانة فی الغزو بکافر)

درحقیقت وہی قومیں زندہ رہتی ہیں جو اپنے قومی وقار کا خیال رکھتی ہیں اور اپنے ایمان اور اعتقاد کے معاملے میں کسی قسم کا سمجھوتہ نہیں کرتیں۔ آنحضرتؐ اور آپ کے صحابہ نے بظاہر بے سروسامانی کے عالم میں بھی اپنا قومی تشخص برقرار رکھا اور مسلمان قوم کی عزت اور وقار پر کبھی آنچ نہ آنے دی اور جہاں مخالفین یا منافقین نے کوئی ظلم کی راہ اختیار کرنا چاہی ان کا ایسا تعاقب کیا کہ انہیں گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا۔ آپ کی بہادری اور غیرت دینی کی ایک اور مثال ملاحظہ ہو۔

تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ جس وقت آنحضرت ﷺ مکہ سے ہجرت کر کے

مدینہ تشریف لائے اس وقت مدینہ میں یہود کے تین قبائل آباد تھے۔ ان کے نام بنوقینقاع، بنونضیر اور بنوقریظہ تھے۔ آنحضرت ﷺ نے مدینہ میں آتے ہی قبائل کے ساتھ امن وامان کے معاہدے کر لیے اور آپس میں صلح اور امن کے ساتھ رہنے کی بنیاد ڈالی۔ آپ یہود کی دلداری فرماتے تھے۔ لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ مسلمان مدینہ میں زیادہ اقتدار حاصل کرتے جاتے ہیں تو باوجود اس دلدارانہ سلوک کے انہوں نے مخالفت میں ہر قسم کی جائز و ناجائز تدابیر اختیار کرنا شروع کیں۔ اور وہ اپنی شرارتوں میں ترقی کرتے چلے گئے اور بالآخر خود یہود کی طرف سے ہی جنگ کی پہل ہوئی اور ان کی قلبی عداوت ان کے سینوں میں سما نہ سکی۔ اور یہ اس طرح پر ہوا کہ ایک مسلمان خاتون بازار میں ایک یہودی کی دکان پر کچھ سودا خریدنے کے لیے گئی۔ بعض شریر یہودیوں نے جو اس وقت اس دکان پر بیٹھے ہوئے تھے اسے نہایت اوباشانہ طریق پر چھیڑا اور خود دوکاندار نے یہ شرارت کی کہ اس عورت کی تہ بند کے نچلے کونے کو اس کی بے خبری کی حالت میں کسی کانٹے وغیرہ سے اس کی پیٹھ کے کپڑے سے ٹانک دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جب وہ عورت ان کے اوباشانہ طریق کو دیکھ کر وہاں سے اٹھ کر لوٹنے لگی تو وہ اپنے ستر کو قائم نہ رکھ سکی۔ اس پر یہودی دوکاندار اور اس کے ساتھیوں نے زور دار قہقہہ لگایا اور ہنسنے لگ گئے۔ مسلمان خاتون نے شرم کے مارے ایک چیخ ماری اور مدد چاہی۔ اتفاق سے ایک مسلمان اس وقت قریب موجود تھا۔ وہ لپک کر موقع پر پہنچا اور باہم لڑائی میں یہودی دوکاندار مارا گیا۔ جس پر چاروں طرف سے اس مسلمان پر تلواریں برس پڑیں اور وہ غیور مسلمان وہیں ڈھیر ہوگیا۔ مسلمانوں کو اس واقعہ کا علم ہوا تو غیرت قومی سے ان کی آنکھوں میں خون اتر آیا اور دوسری طرف یہود جو اس واقعہ کو لڑائی کا بہانہ بنانا چاہتے تھے ہجوم ہو کر اکٹھے ہو گئے اور ایک بلوہ کی صورت پیدا ہو گئی۔ آنحضرت ﷺ کو اطلاع ہوئی تو آپ نے رؤساء بنوقینقاع کو جمع کر کے کہا کہ یہ طریق اچھا نہیں، تم ان شرارتوں سے باز آجاؤ اور خدا سے ڈرو۔ انہوں نے نہایت مغرورانہ انداز میں دھمکی دی کہ بدر کی فتح پر غرور نہ کرو جب ہم سے مقابلہ ہوگا تو پتہ لگ جائے گا کہ لڑنے والے ایسے ہوتے ہیں۔ ناچار آپ صحابہ کی ایک جمعیت کو ساتھ لے کر بنوقینقاع کے قلعوں کی طرف روانہ ہو گئے۔ اس موقعہ پر بنوقینقاع اپنے قلعوں میں محصور ہو کر بیٹھ گئے۔ آنحضرت ﷺ نے ان کا محاصرہ کیا اور پندرہ دن تک برابر محاصرہ جاری رہا۔ بالآخر جب بنوقینقاع کا سارا زور اور غرور ٹوٹ گیا تو انہوں نے اس شرط پر اپنے قلعوں کے دروازے کھول دیئے کہ ان کے اموال مسلمانوں کے ہو جائیں گے، مگر ان کی جانوں اور ان کے اہل وعیال پر مسلمانوں کا کوئی حق نہیں ہوگا۔ اب ایسے حالات میں آنحضرت ﷺ کا یہی فیصلہ ہوسکتا تھا کہ بنوقینقاع مدینہ سے چلے جائیں۔ چنانچہ یہ لوگ مدینہ چھوڑ کر شام کی طرف چلے گئے۔ (سیرت خاتم النبیین۔ تلخیص از صفحہ 457 تا صفحہ 460)

صحابہ رضوان اللہ علیہم کو آنحضور ﷺ سے بے پناہ عشق ومحبت تھی اور کسی کی مجال نہ تھی کہ وہ آپ کی طرف میلی آنکھ سے دیکھ سکے۔ ایک عجیب محبت اور غیرت کا جذبہ تھا جو دین اسلام اور حضور ﷺ کی ذات کے لیے ان دلوں میں موجزن تھا۔ تاریخ اسلام اس قسم کے واقعات سے بھری پڑی ہے۔ چنانچہ صلح حدیبیہ کے موقع پر جب قبیلہ ثقیف کا ایک بہت بااثر رئیس عروہ بن مسعود قریش کا نمائندہ بن کر آیا اور آنحضرت ﷺ کے ساتھ گفتگو شروع کی۔ آپ نے اس کے سامنے اپنی وہی تقریر دہرائی جو اس سے قبل آپ بدیل بن ورقا کے سامنے فرما چکے تھے۔ عروہ اصولاً آنحضرت ﷺ کی رائے کے ساتھ متفق تھا مگر قریش کی سفارت کا حق ادا کرنے اور ان کے حق میں زیادہ سے زیادہ شرائط محفوظ کرانے کی غرض سے کہنے لگا: "اے محمد! اگر آپ نے اس جنگ میں اپنی قوم کو ملیامیٹ کر دیا تو کیا آپ نے عربوں میں کسی ایسے آدمی کا نام سنا ہے جس نے آپ سے پہلے ایسا ظلم ڈھایا ہو۔ لیکن اگر بات دگرگوں ہوئی یعنی قریش کو غلبہ ہوگیا تو خدا کی قسم مجھے آپ کے اردگرد ایسے منہ نظر آرہے ہیں کہ انہیں بھاگتے ہوئے دیر نہیں لگے گی اور یہ سب آپ کا ساتھ چھوڑ دیں گے"۔ حضرت ابوبکرؓ جو اس وقت آنحضرت ﷺ کے پاس بیٹھے تھے عروہ کے یہ الفاظ سن کر غصہ سے بھر گئے اور فرمانے لگے: "جاؤ جاؤ اور لات کی شرمگاہ کو چومتے پھرو۔ کیا ہم خدا کے رسول کو چھوڑ جائیں گے؟" عروہ نے طیش میں آکر پوچھا: یہ کون شخص ہے جو اس طرح میری بات کاٹتا ہے؟ لوگوں نے کہا: یہ ابوبکر ہیں۔ ابوبکرؓ کا نام سن کر عروہ کی آنکھیں شرم سے نیچی ہوگئیں۔ کہنے لگا: "اے ابوبکر! اگر میرے سر پر تمہارا ایک بھاری احسان نہ ہوتا تو خدا کی قسم میں تمہیں اس وقت بتاتا کہ ایسی بات کا، جو تم نے کہی ہے، کس طرح جواب دیتے ہیں"۔ یہ کہہ کر عروہ پھر آنحضرت ﷺ سے مخاطب ہوا اور اپنی تقریر کو جاری رکھتے ہوئے آنحضرت ﷺ کو اپنے نقطۂ نظر کی طرف کھینچ لانے کی تدبیر کرتا رہا اور گاہے گاہے عرب کے دستور کے مطابق آپؐ کی ریش مبارک کو بھی ہاتھ لگا دیتا تھا۔ مگر جب کبھی بھی وہ ایسا کرتا ایک مخلص صحابی جن کا نام مغیرہ بن شعبہ تھا اور جو اس وقت آنحضرت ﷺ کے پاس کھڑے تھے (اور رشتہ میں عروہ کے بھتیجے تھے) اپنی تلوار کے نیام سے عروہ کا ہاتھ جھٹک کر پرے کر دیتے اور کہتے "اپنا ناپاک ہاتھ رسولِ مقبول کے مبارک چہرہ سے دور رکھو"۔

(سیرت خاتم النبیین از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب صفحہ 756 تا صفحہ 757)

یوں تو عرب قوم ایک بہادر اور غیور قوم ہی مشہور تھی۔ زمانۂ جاہلیت میں اپنی عزت اور وقار کو قائم رکھنے کے لیے بعض معمولی جھگڑوں پر انہوں نے سالہا سال آپس میں جنگیں لڑیں لیکن آنحضور ﷺ نے ان کی ایسی پاک تربیت کی اور وہ ایسے بدلے کہ پھر ان کے جوش اور غیرت وحمیت کے جذبات خدا تعالیٰ کے نام اور اس کے دین کی سربلندی کے لیے وقف ہوگئے۔

حضرت جابر بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک جہاد میں تھے (سفیان کہتے ہیں کہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ وہ غزوۂ بنومصطلق تھا)۔ ایک مہاجر نے ایک

انصاری کو پیٹھ پر مارا۔ اس پر مہاجر نے مہاجرین کو اور انصاری نے انصار کو مدد کے لیے پکارا۔ جب حضور نبی کریم ﷺ نے یہ بات سنی تو فرمایا: یہ کیا جاہلیت کے نعرے بلند کیے جا رہے ہیں؟ اس پر صحابہ نے عرض کیا کہ مہاجروں میں سے ایک شخص نے انصار کے ایک شخص کو پیٹھ پر مارا ہے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا (ان جاہلیت کے نعروں) کو چھوڑو کیونکہ یہ بہت گندے اور قبیح ہیں۔ یہ بات عبداللہ بن ابی سلول نے سنی تو کہا: کیا اس نے سچ مچ ایسا کیا ہے؟ خدا کی قسم جب ہم مدینہ واپس جائیں گے تو سب سے معزز شخص ذلیل ترین شخص کو وہاں سے نکال دے گا۔ (اس نے یہ بات نعوذ باللہ حضور ﷺ کے متعلق کہی تھی)۔ اس پر حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے اجازت دیں میں اس منافق کی گردن اڑادوں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اسے چھوڑ دیں کہیں لوگ یہ نہ کہتے پھریں کہ محمد اپنے ساتھیوں کو ہی قتل کر دیتا ہے۔ صحابہ کہتے ہیں کہ اس پر عبداللہ بن ابی بن سلول کے بیٹے عبداللہ نے اپنے والد سے کہا تم واپس نہیں جاسکتے جب تک کہ یہ اقرار نہ کرلو کہ تم ہی ذلیل ہو اور رسول اللہ ہم سب سے معزز ہیں۔ چنانچہ اس نے اپنے باپ کو ایسا کرنے پر مجبور کیا۔ (سنن الترمذی۔ تفسیر القرآن باب و من سورۃ المنافقین)

آج کے دَور میں اس مضمون کا حقیقی عرفان ہمیں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام سے ملا ہے۔ آپؑ کو آنحضرت ﷺ اور دینِ اسلام سے غیر معمولی عشق تھا۔ آپ نے 'جری اللہ فی حلل الانبیاء' کے مطابق اپنی ساری زندگی اسلام کی سربلندی میں گزاری۔ ہر مذہب و ملت کے لوگوں کو اسلام کا بہادر جرنیل بن کر اسلام کے مقابل پر اپنے مذہب کی سچائی پیش کرنے کی دعوت دی اور اسلام کے خلاف ہونے والے ہر حملے کو ناکام بنایا۔ چنانچہ آپ کی تمام تصانیف، اشتہارات، مباحثے اور مناظرے وغیرہ سب آپ کی اسی غیرتِ دینی کے غماز ہیں۔ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ آپ کی غیرتِ دینی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''آپ کو لوگوں نے گالیاں دیں۔ ہر قسم کی تحقیر کی۔ سامنے بیٹھ کر برا بھلا کہا۔ آپ کو کبھی غصہ نہیں آیا اور آپ نے عفو و کرم کا اظہار کیا مگر جو امر آپ کی برداشت سے باہر تھا وہ ایک ہی تھا کہ آنحضرت ﷺ کی تحقیر نہ سنتے تھے۔''

(سیرۃ حضرت مسیح موعودؑ صفحہ 274۔ از حضرت شیخ یعقوب علی عرفانیؓ)

آپؓ مزید فرماتے ہیں:

ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ فیروز پور سے قادیان کو آرہے تھے...... میں رائیونڈ تک ساتھ تھا۔ وہاں آپ نے ازراہِ کرم فرمایا کہ تم ملازم تو ہو ہی نہیں، چلو لاہور تک چلو۔ عصر کی نماز کا وقت تھا۔ آپ نماز پڑھنے کے لیے تیار ہوئے اس وقت وہاں ایک چبوترہ بنا ہوا کرتا تھا مگر آج کل وہاں ایک پلیٹ فارم ہے۔ میں پلیٹ فارم کی طرف گیا تو پنڈت لیکھرام، آریہ مسافر جو اُن ایام میں پنڈت دیانند صاحب کی لائف لکھنے کے کام میں مصروف تھاں جالندھر جانے کو تیار تھا کیونکہ وہ وہاں ہی غالباً کام کرتا تھا۔ مجھ سے اُس نے پوچھا کہ کہاں سے آئے ہو۔ میں نے حضرت کی تشریف آوری کا ذکر سنایا تو خدا جانے اس کے دل میں کیا آئی کہ بھاگا ہوا وہاں آیا جہاں حضرت اقدسؑ وضو کر رہے تھے۔ اس نے ہاتھ جوڑ کر آریوں کے طریق پر حضرت اقدس کو سلام کیا مگر حضرت نے یونہی سر اٹھا کر سرسری طور پر دیکھا اور وضو کرنے میں مصروف رہے۔ اس نے سمجھا کہ شاید سنا نہیں۔ اس نے پھر (سلام) کہا۔ حضرت بدستور استغراق میں رہے۔ وہ کچھ دیر ٹھہر کر چلا گیا۔ کسی نے کہا کہ لیکھرام سلام کرتا تھا۔ فرمایا: اس نے آنحضرت ﷺ کی بڑی توہین کی ہے، میرے ایمان کے خلاف ہے کہ اس کا سلام لوں۔ آنحضرت ﷺ کی پاک ذات پر تو حملے کرتا ہے اور مجھ کو سلام کرنے آیا ہے۔

(حیات طیبہ مطبوعہ انڈیا 2001ء صفحہ 173۔ از حضرت شیخ عبدالقادر مرحوم سابق سوداگرمل)

1907ء میں لاہور میں آریہ سماج نے ایک جلسہ منعقد کیا اس میں ان کی دعوت پر حضرت مسیح موعودؑ نے ایک مضمون بھجوایا جو آپؑ کی تصنیف ''چشمۂ معرفت'' کے اول میں چھپا ہوا ہے۔ اس مضمون کو پڑھنے کے لیے حضرت حکیم مولوی نورالدین صاحبؓ مقرر ہوئے، آپؓ کے ساتھ ایک جماعت بھجوائی گئی۔ حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ اس کی روداد بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''آریوں نے اپنی نوبت پر آنحضرت ﷺ کی شان میں دل آزار کلمات بولے۔ آپؑ نے جب یہ سنا کہ ہماری جماعت کے لوگ ان کلمات کو سن کر بیٹھے رہے تو آپؑ نے اظہار ناراضگی فرمایا کہ کیوں جماعت کے لوگ وہاں بیٹھے رہے باوجودیکہ حضرت حکیم الامتؓ کا آپؑ بہت احترام فرماتے تھے اور ان سے بہت محبت رکھتے تھے مگر اس فروگذاشت میں جو حاضرین مجلس سے ہوئی تھی آپؑ نے کسی کی پروانہ کی اور اظہار ناراضگی فرمایا۔ حضرت خلیفہ ثانیؓ بھی اس وفد میں شریک تھے اور وہ اس وقت وہاں سے آنا بھی چاہتے تھے مگر ایک دوست نے کہہ دیا کہ راستہ نہیں ہے، ان کو بھی اٹھنے نہ دیا............ اور جواب طلب کیا گیا کہ کیوں تم اس مجلس سے نہ اٹھ آئے جہاں حضرت نبی کریم ﷺ کی ہتک ہوئی تھی۔''

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ صفحہ 272 تا صفحہ 273۔ از حضرت شیخ یعقوب علی عرفانیؓ)

اب ایک اور غیرت دینی کا واقعہ ملاحظہ ہو۔ یہ اس زمانہ کی بات ہے جب حضرت مسیح موعودؑ دعویٰ سے قبل سیالکوٹ میں قیام پذیر تھے۔ حضرت شیخ عبدالقادر صاحب بیان کرتے ہیں:

''ایک دفعہ کچہری برخواست ہونے کے بعد جب اہلکار گھروں کو واپس ہونے لگے تو اتفاقاً تیز دوڑنے اور مسابقت کا ذکر شروع ہو گیا۔ ہر ایک نے دعویٰ کیا کہ میں بہت دوڑ سکتا ہوں۔ آخر ایک شخص بلا سنگھ نام نے کہا کہ میں سب سے دوڑنے میں سبقت لے جاتا ہوں۔ مرزا صاحب نے فرمایا کہ میرے ساتھ دوڑو تو ثابت ہو جائے گا کہ کون بہت دوڑتا ہے۔ آخر شیخ الہ داد صاحب منصف مقرر ہوئے اور یہ

امر قرار پایا کہ یہاں سے شروع کر کے اس پل تک جو کچہری کی سڑک اور شہر میں حدّ فاصل ہے ننگے پاؤں دوڑ و جوتیاں ایک آدمی نے اٹھالیں اور پہلے ایک شخص اس پل پر بھیجا گیا تا کہ وہ شہادت دے کہ کون سبقت لے گیا اور پہلے پل پر پہنچا۔ مرزا صاحب اور بلا سنگھ ایک ہی وقت دوڑے اور باقی آدمی معمولی رفتار سے پیچھے روانہ ہوئے۔ جب پل پر پہنچے تو ثابت ہوا کہ حضرت مرزا صاحب سبقت لے گئے اور بلا سنگھ پیچھے رہ گیا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ اس قسم کی غیرتِ دینی سے متعلق ایک واقعہ حضرت مولوی اسماعیل شہید رحمہ اللہ علیہ کو بھی پیش آیا تھا جو ایک سکھ سے تیرا کی کے مقابلہ کی بابت ہے کہ آپ نے اس کو تیرنے میں شکست دی تھی۔'' (حیات طیبہ۔ مطبوعہ انڈیا۔ صفحہ 26)

1893ء میں امرتسر میں حضرت مسیح موعودؑ کا عیسائیوں کے ساتھ ایک مباحثہ ہوا جس کا نام جنگ مقدس رکھا گیا۔ اس موقعہ پر ''ڈاکٹر پادری مارٹن کلارک نے چائے کی دعوت پر آپؑ کو اور آپؑ کے خدام کو بلانا چاہا۔ آپؑ نے محض اس بناء صاف انکار کر دیا کہ آنحضرت ﷺ کی تو بے ادبی کرتے ہیں اور مجھے چائے کی دعوت دیتے ہیں، میں نہیں پسند کرتا۔ ہماری غیرت تقاضا ہی نہیں کرتی کہ ان کے ساتھ مل کر بیٹھیں سوائے اس کے کہ ہم ان کے غلط عقائد کی تردید کریں۔''

(سیرت حضرت مسیح موعود صفحہ 272۔ از حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کو بھی ایک موقعہ پر چائے کی پیشکش کی گئی اور آپؒ نے بھی غیرتِ ایمانی کے جذبہ سے اسے قبول کرنا پسند نہ فرمایا۔ اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ جب پاکستان کے وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو صاحب جماعت احمدیہ کی حمایت حاصل کرنے کے لیے ہاتھ پاؤں مار رہے تھے تو انہوں نے حضرت خلیفہ ثالثؒ کو اپنی سرکاری رہائش گاہ پر ملاقات کی دعوت دی۔ جماعت کے خلاف اس ظالمانہ اور تعزیری آئینی ترمیم کے باوجود وہ جماعت احمدیہ کی تائید اور امداد کے خواہش مند تھے۔ بھٹو صاحب کا عذر یہ تھا کہ ''وہ دلی طور پر ایسی ترمیم نہیں چاہتے تھے اور ان کے نزدیک ان کی کی ہوئی ترمیم کا دائرہ کار نہایت محدود اور خالصتاً آئینی تھا اور مقصد اس کا صرف اتنا تھا کہ یہ واضح کر دیا جائے کہ آئین کی روشنی میں احمدی مسلمان ہیں یا نہیں۔ نیز یہ کہ ترمیم کسی صورت میں بھی احمدیوں کے اس حق پر اثر انداز نہیں ہوگی کہ وہ اپنے مذہب پر جس طرح چاہیں عمل کریں۔ ہم بنیاد پرستوں کا منہ بند کرنا چاہتے تھے اس لیے یہ ترمیم پیش کرنے پر ہم مجبور تھے۔ اس موقف کو انہوں نے بار بار دہرایا۔ کہنے لگے ہم برے تو ہیں لیکن دوسری سیاسی پارٹیوں سے بہتر ہیں۔ بولے مجھ پر دباؤ ڈالا جا رہا ہے کہ جماعت کے خلاف اس سے بھی زیادہ سخت قدم اٹھاؤں لیکن میں ایسا ہرگز نہیں کروں گا۔''

آخر میں چائے آگئی اور بھٹو صاحب نے ایک پیالی بنا کر حضرت خلیفہ ثالثؒ کی خدمت میں پیش کی، آپؒ نے چائے پینے سے معذرت کرتے ہوئے فرمایا: ''آپ ملکی حکومت کے سربراہ ہیں اور میں اس ملک کا شہری ہوں۔ آپ نے مجھے بلوایا اور میں آپ کے بلاوے پر آ گیا۔ ایک شہری کی حیثیت سے مجھ پر یہ فرض عائد ہوتا تھا جو میں نے ادا کر دیا۔ لیکن یہ امر کہ میں آپ کی میزبانی بھی قبول کروں بالکل الگ معاملہ ہے۔ خصوصاً جبکہ آپ نے جماعت احمدیہ کے خلاف ایسی معاندانہ اور یک طرفہ کاروائی کی ہے۔ اس لیے معذرت چاہتا ہوں، میں چائے کی یہ پیالی نہیں پی سکتا''۔ بھٹو ایک بڑے خود پسند اور متکبر انسان تھے یہ الفاظ سن کر منجمد ہو کر رہ گئے۔ پیالی ان کے ہاتھ میں تھی جسے آہستہ سے انہوں نے میز پر رکھ دیا۔

(ایک مرد خدا۔ صفحہ 175 تا صفحہ 176)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے تربیت یافتہ آپ کی ساری جماعت آپ ہی کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اسلام اور بانیٔ اسلام کے لیے عشق و محبت کے بے پناہ جذبے سے سرشار ہے۔ حضرت چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان صاحب اپنی والدہ کی دینی غیرت کے واقعات بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''سلسلہ کے متعلق انہیں انتہاء درجہ کی غیرت تھی۔ اور وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلاۃ والسلام، سلسلہ احمدیہ، خاندانِ نبوت اور بزرگانِ سلسلہ کے متعلق کسی قسم کی گستاخی یا ناروا حرکت برداشت نہ کر سکتی تھیں۔ مجھے خوب یاد ہے کہ جس زمانہ میں والد صاحب سلسلہ میں داخل ہوئے اُنہیں مثنوی مولانا رومؒ سے بہت دلچسپی تھی اور فرصت کے وقت ایک صاحب کے ساتھ جو بظاہر صوفیانہ اور فقیرانہ طرز رکھتے تھے مثنوی پڑھا کرتے تھے۔ ایک دفعہ یہ صاحب کسی تعطیل کے دن ہمارے مکان پر تشریف لائے اور دریافت کیا کہ والد صاحب کہاں ہیں؟ دفتر میں شاید اس وقت کوئی محرر یا ملازم موجود نہیں تھا۔ ان صاحب نے خیال کیا کہ شاید والد صاحب پہلی منزل پر ہوں۔ انہوں نے بلند آواز سے والد صاحب کو بلایا۔ والدہ صاحبہ نے مجھے فرمایا کہہ دو چوہدری صاحب گھر پر نہیں ہیں۔ میں نے یونہی کہہ دیا۔ ان صاحب نے دریافت کیا کہاں ہیں۔ والدہ صاحبہ نے کہا: کہہ دو قادیان گئے ہوئے ہیں۔ یہ سن کر ان صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلاۃ والسلام کی شان میں کوئی خلافِ ادب کلمہ کہا۔ اب تک تو والدہ صاحبہ میری معرفت جواب دے رہی تھیں۔ یہ کلمہ سنتے ہی غصہ سے بیتاب ہوگئیں اور کھڑکی کے پاس جا کر جوش سے ان صاحب سے کہا۔ ''تم نے بہت ظلم کیا ہے، اگر خیریت چاہتے ہو تو اسی وقت میرے مکان سے نکل جاؤ۔ کوئی ہے ملازم یہاں؟ نکال دو اس گستاخ بڈھے کو۔ اور یاد رکھو پھر کبھی یہ اس مکان میں داخل نہ ہونے پائے۔ اب آلے اس کا دوست جس کے ساتھ مثنوی پڑھنے کے لیے یہاں آتا ہے تو لوں گی اس کی خبر کہ ایسے بے ادب گستاخ کے ساتھ کیوں نشست برخاست رکھی ہوئی ہے؟''

وہ صاحب تو اسی وقت چلے گئے۔ والد صاحب کی واپسی پر والدہ صاحبہ نے بہت رنج کا اظہار کیا اور اصرار کیا کہ اب وہ صاحب کبھی ہمارے مکان کے اندر داخل نہ ہوں۔ چنانچہ اس دن کے بعد پھر وہ ہمارے مکان پر نہیں آئے۔''

(میری والدہ صفحہ 83 ,82 مؤلفہ حضرت چوہدری محمد ظفراللہ خان صاحبؓ مطبوعہ احمد اکیڈمی ربوہ۔ سن اشاعت 1982ء)

آپؓ مزید اپنی والدہ صاحبہ کے متعلق لکھتے ہیں:

1935ء میں ایک احراری نے صاحبزادہ میرزا شریف احمد صاحبؓ پر حملہ کیا تو والدہ صاحبہ کو یہ واقعہ سن کر بہت قلق ہوا۔ کھانا پینا موقوف ہو گیا، نیند اڑ گئی اور آنسو بند ہونے میں نہیں آتے تھے۔ چند دن کے بعد خاکسار سے فرمایا: ظفراللہ خان! میں بہت سوچتی ہوں کہ جب اس واقعہ کو سن کر میرا یہ حال ہے تو اماں جان (حضرت ام المؤمنینؓ) کا کیا حال ہو گا۔ پھر مجھے خیال آتا ہے کہ میں اس معاملہ میں کیا کر سکتی ہوں۔ دو تین روز ہوئے ایک تجویز میرے ذہن میں آئی ہے۔ اس کے بعد میں نے بہت دعائیں کی ہیں اور مجھے اطمینان ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس تجویز پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے گا۔

میں نے دریافت کیا کہ کیا تجویز ہے؟ والدہ صاحبہ نے فرمایا۔ لیڈی ولنگڈن میرے ساتھ بہت محبت کا اظہار کرتی ہیں اور میں بھی محسوس کرتی ہوں کہ انہیں ضرور میرے ساتھ لگاؤ ہے اگر تم ان کے ساتھ میری ملاقات کا وقت مقرر کرا دو اور وائسرائے بھی اس وقت موجود ہوں تو میں ان کے سامنے بیان کروں کہ سلسلہ کے ساتھ حکومت کی طرف سے کیسا سلوک ہو رہا ہے اور اب اس کا نتیجہ یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلاۃ والسلام کے لختِ جگر پر ایک آوارہ آدمی نے حملہ کر دیا ہے۔ میں اب بوڑھی عورت ہوں میرے متعلق تو پردہ کی بھی کوئی سخت پابندی نہیں اور میرے دل میں بار بار یہ بات اٹھتی ہے کہ میں وائسرائے کے سامنے جا کر یہ شکوہ کروں۔ میں نے کہا ملاقات کا انتظام تو میں کر دوں گا اور ترجمانی کے لیے ساتھ بھی چلوں گا۔ بات ساری آپ نے خود ہی کرنی ہو گی۔ وقت مقررہ پر ہم دونوں وائسرائے اور لیڈی ولنگڈن کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ مزاج پرسی کے بعد وائسرائے صاحب نے کہا ظفراللہ خان نے مجھے کہا ہے کہ آپ اپنی جماعت کے متعلق مجھ سے کوئی بات کرنا چاہتی ہیں۔ وائسرائے کے سوال پر والدہ صاحبہ نے فرمایا: ہاں میں نے بہت غور کے بعد آپ تک پہنچنے کی جرأت کی ہے۔ میں احمدیہ جماعت کی ایک فرد ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلاۃ والسلام نے جو ہمارے سلسلہ کے بانی تھے، ہمیں تعلیم دی ہے کہ ہم سلطنت برطانیہ کے وفادار رہیں اور اس کے لیے دعا کرتے رہیں۔ میں باقی جماعت کے متعلق تو نہیں کہہ سکتی لیکن اپنے متعلق وثوق سے کہہ سکتی ہوں کہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلاۃ والسلام کی اس ہدایت پر باقاعدہ عمل کرتی رہی ہوں۔ لیکن دو سال کے عرصہ سے پنجاب کی حکومت کا ہماری جماعت کے ساتھ برتاؤ کچھ ایسا غیر منصفانہ ہو گیا ہے اور ہمارے امام اور ہماری جماعت کو ایسی ایسی تکالیف پہنچ رہی ہیں کہ دعا تو میں اب بھی کرتی ہوں کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلاۃ والسلام کا حکم ہے لیکن اب دعا دل سے نہیں نکلتی کیونکہ میرا دل خوش نہیں ہے۔

ابھی چند دن کا ذکر ہے کہ ایک آوارہ اور شہدے شخص نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلاۃ والسلام کے بیٹے اور ہمارے امام کے چھوٹے بھائی پر حملہ کر دیا اور انہیں ضربات پہنچائیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد ہمیں اپنی جانوں سے بھی پیاری ہے اور میں نے جب سے اس واقعہ کی خبر سنی ہے، میں نہ کھا سکتی ہوں، نہ پی سکتی ہوں، نہ مجھے نیند آتی ہے۔ یہ فقرے والدہ صاحبہ نے کچھ ایسے درد سے کہے کہ لیڈی ولنگڈن کا چہرہ بالکل متغیر ہو گیا۔ اور انہوں نے جھنجھلا کر وائسرائے سے دریافت کیا کہ یہ کیا واقعہ ہے اور آپ نے کیوں مناسب انتظام نہیں کیا؟ وائسرائے نے جواب دیا۔ یہ امور گورنر صاحب پنجاب کے اختیار میں ہیں اور میں ان کے نام کوئی حکم جاری نہیں کر سکتا۔ والدہ صاحبہ نے کہا آپ انہیں نرمی اور محبت سے سمجھائیں کہ وہ ہماری شکایات کو رفع کریں۔ وائسرائے نے کہا: ہاں میں ایسا ضرور کروں گا۔'' (میری والدہ۔ تلخیص از صفحہ 85 تا 89 مؤلفہ حضرت چوہدری محمد ظفراللہ خان صاحبؓ مطبوعہ احمد اکیڈمی ربوہ۔ سن اشاعت 1982ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''مجھے اس کی عزت اور جلال کی قسم ہے کہ مجھے دنیا اور آخرت میں اس سے زیادہ کوئی چیز بھی پیاری نہیں کہ اس کے دین کی عظمت ظاہر ہو اور اس کا جلال چمکے اور اس کا بول بالا ہو۔'' (انوار الاسلام۔ روحانی خزائن جلد 9 صفحہ 23)

پھر آپ فرماتے ہیں:

''میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر ہم جنگل کے سانپوں اور بیابانوں کے درندوں سے صلح کر لیں تو یہ ممکن ہے مگر ہم ایسے لوگوں سے صلح نہیں کر سکتے جو خدا کے پاک نبیوں کی شان میں بدگوئی سے باز نہیں آتے۔'' (مضمون جلسہ لاہور منسلکہ چشمہ معرفت صفحہ 14)

آپؑ مزید فرماتے ہیں:

''اس زمانہ میں جو کچھ دین اسلام اور رسول کریم ﷺ کی توہین کی گئی اور جس قدر شریعتِ ربانی پر حملے ہوئے اور جس طور سے ارتداد اور الحاد کا دروازہ کھلا کیا اس کی نظیر کسی دوسرے زمانہ میں بھی مل سکتی ہے؟...... دل رو رو کر یہ گواہی دیتا ہے کہ اگر یہ لوگ ہمارے بچوں کو ہماری آنکھوں کے سامنے قتل کرتے اور ہمارے جانی اور دلی عزیزوں کو جو دنیا کے عزیز ہیں ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتے اور ہمیں بڑی ذلت سے جان سے مارتے اور ہمارے تمام اموال پر قبضہ کر لیتے تو واللہ ثم واللہ ہمیں رنج نہ ہوتا اور اس قدر کبھی دل نہ دُکھتا جو ان گالیوں اور توہین سے جو ہمارے رسول کریم کی کی گئی، دُکھا۔''

(آئینہ کمالات اسلام بحوالہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی اپنی تحریروں کی رو سے صفحہ 482 تا صفحہ 483)

والدین کے حقوق اور تربیت اولاد

(قرآن مجید، احادیث اور اقوال حضرت مسیح موعودؑ کی روشنی میں)

(قریشی داؤد احمد ساجد)

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مختلف مقامات پر انسان کو والدین کے حقوق کی اہمیت کی طرف متوجہ کیا ہے۔ اس ضمن میں سب سے اوّل جو آیات قرآنی انسان کی توجہ اپنی طرف مرکوز کرتی ہیں وہ سورۃ بنی اسرائیل کی آیات 24 اور 25 ہیں۔ جن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"اور تیرے رب نے یہ فیصلہ صادر کر دیا ہے کہ تم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین سے احسان کا سلوک کرو اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک تیرے پاس بڑھاپے کی عمر کو پہنچے یا وہ دونوں ہی تو انہیں اف تک نہ کہہ اور انہیں ڈانٹ نہیں اور انہیں نرمی اور عزت کے ساتھ مخاطب کر اور ان دونوں کے لئے رحم سے عجز کا پر جھکا دے اور کہہ اے میرے ربّ! ان دونوں پر رحم کر جس طرح ان دونوں نے بچپن میں میری پرورش کی۔"

والدین کے حقوق اور تربیت اولاد ایسا مضمون ہے جس کی اہمیت کو کسی موقعہ پر بھی نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔ جب ہم بین الاقوامی معاشرے کو بنظر غور دیکھیں تو ہم یہ حقیقت فراموش نہیں کر سکتے کہ ایک معاشرے کا بنیادی جزو گھر ہے جس سے معاشرے کا آغاز ہوتا ہے۔ اس سے آگے محلہ، شہر اور ملک تعمیر ہوتا ہے۔

اس بین الاقوامی معاشرے میں امن، محبت اور صلح آشتی کی ضمانت اسی وقت دی جاسکتی ہے جبکہ ہر گھر میں اس کی ضمانت موجود ہو۔ چنانچہ اس کام کے لئے ایک سازگار ماحول استوار کرنے کی ضرورت ہے۔ جس کے لئے سب سے بہتر پلیٹ فارم ایک گھر ہی ہے۔ زیرنظر مضمون میں جن حقوق وفرائض کی افادیت، اہمیت اور ضرورت پر قلم اٹھانا مقصود ہے ان حقوق کی کماحقہ ادائیگی مطلوبہ ماحول مہیا کرنے میں بڑا کلیدی کردار ادا کرسکتی ہے۔

والدین کے حقوق اور تربیت اولاد کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ اور ان میں سے ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوسکتا۔ ان حقوق وفرائض کا سلسلہ ایک زنجیر کی طرح ہے کہ اور زمانہ کے ساتھ حقوق فرائض اور فرائض حقوق میں تبدیل ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اس اہم مضمون کو خاکسار نے دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ اوّل والدین کے حقوق اور دوئم تربیت اولاد۔ جو دراصل اولاد کے حقوق کا ہی دوسرا نام ہے۔

والدین کے حقوق اور تربیت اولاد کے سلسلہ میں جب ہم دیگر مذاہب کی کتب کا مطالعہ کرتے ہیں تو وہاں ہمیں دیگر تعلیمات کی طرح والدین کے حقوق اور تربیت اولاد جیسے اہم حقوق کے بارہ میں تعلیمات کا بڑا فقدان نظر آتا ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ وہ معاشرے جوان مذاہب کے پیروکار ہیں وہاں والدین کو ایک بوجھ تصور کیا جاتا ہے۔ جس کے بالمقابل اسلام ہمارے سامنے بڑی حسین اور اعلیٰ تعلیم پیش کرتا ہے کہ ایک انسان جتنا بوڑھا اور عمر رسیدہ ہوتا چلا جاتا ہے جو دیگر معاشروں میں اتنا ہی بڑا بوجھ تصور کیا جاتا ہے۔ اسلام اسے اتنے ہی پیار، محبت، حسن سلوک اور احسان کا حقدار ٹھہراتا ہے۔ یہی وہ اعلیٰ درجہ کی تعلیمات ہیں جو اسلام کو عالمی معاملات میں بھی دیگر مذاہب عالم پر فوقیت دیتی ہیں۔

سورۃ بنی اسرائیل کی دو آیات جو آغاز مضمون میں بمع ترجمہ تحریر کی گئی ہیں وہ والدین کے حقوق اور اولاد کے فرائض پر خصوصیت سے روشنی ڈالتی ہیں۔ پہلی آیت میں یہ جو فرمایا کہ تیرے رب نے یہ فیصلہ صادر فرمایا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین سے احسان کا سلوک کرو۔ یہاں پر اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے اس کی اپنی مرضی، چھوٹ یا حیل وحجت کی کوئی گنجائش نہیں رکھی کہ وہ اگر چاہے تو ایسا کرے اور نہ ہی اس ارشاد کو نصیحت کے رنگ میں پیش کیا۔ بلکہ فرمایا کہ یہ فیصلہ ہے کہ میرا شریک کسی کو نہ ٹھہرانا اور والدین سے احسان کا سلوک کرنا ہے۔ یہاں ایک اہم نقطہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ شرک اور والدین کے ساتھ احسان کو اکٹھا بیان کر کے نفی واثبات کے حسین امتزاج کی ایک عمدہ مثال بیان فرما دی کہ شرک نہیں کرنا اور والدین سے حسن سلوک کرنا ہے۔ یعنی جتنی شدت شرک نہ کرنے کے حکم میں ہے اتنی ہی والدین سے حسن سلوک کرنے کے حکم میں ہے۔

قرآن مجید کی مندرجہ بالا آیات نیز کئی دیگر آیات جو انشاء اللہ اس مضمون میں آگے چل کر بیان ہونگی ان سب آیات پر ذرا غور کریں تو ہمیں اسلام کے دین فطرت ہونے کا ایک اور اہم ثبوت فراہم ہوتا ہے۔

زیرنظر آیات میں اللہ تعالیٰ نے نہ صرف یہ کہ بوڑھے والدین کی عزت وتوقیر کا حکم دیا بلکہ عین فطرت کے مطابق انسان کے احساسات وجذبات کو مدنظر رکھتے ہوئے فرمایا:

اگر ان میں سے کسی ایک پر یا ان دونوں پر تیری زندگی میں بڑھاپا آجائے تو انہیں ان کی کسی بات پر ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے اف تک نہ کہہ اور انہیں جھڑک نہیں اور ان سے ہمیشہ نرمی سے بات کر۔

یہاں پر انسان کو بڑھاپے کی فطری کمزوریوں کی طرف متوجہ کیا کہ ہوسکتا ہے بوڑھے والدین کئی باتیں بھول جائیں یا انہیں بات بات پر غصہ آئے یا نادانی کی باتیں کریں یا اپنا مافی الضمیر صحیح رنگ میں بیان نہ کرسکیں۔ الغرض بڑھاپے سے جڑی ہر کمزوری کو مدنظر رکھتے ہوئے فرمایا کہ اگر ان سے کتنی بھی ناراض کرنے والی بات تم کو سننے کو ملے یا کتنا ہی ناراض کرنے والا فعل ان سے سرزد ہو پھر بھی تمہارا فرض ہے کہ ان سے رافت اور نرمی کا سلوک کرو اور احسان سے پیش آؤ۔

اس سلسلہ میں ایک سبق آموز کہاوت ہے کہ ایک بوڑھے والد نے اپنے جوان بیٹے سے ایک پرندے کی طرف اشارہ کر کے پوچھا بیٹا وہ کیا ہے۔ اس نے کہا ابا وہ کوا ہے۔ چند منٹوں کے بعد باپ نے دوبارہ پاچھا بیٹا وہ کیا ہے بیٹے نے پھر جواب

دیا ابا وہ کوا ہے۔ کچھ دیر گزرنے کے بعد باپ نے پھر اپنا سوال دوھرایا تو بیٹے نے بڑی تلخی اور ترش روی سے جواب دیا کہ ابا تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ کئی دفعہ بتایا ہے کہ وہ کوا ہے۔ اس پر بوڑھے باپ نے بڑی حسرت سے بیٹے کی طرف دیکھا اور کہا بیٹے جب تم بہت چھوٹے تھے تو تم اس قسم کے سوالات سوسو دفعہ پوچھتے تھے اور میں ہر بار تمہارے سوال کا جواب بڑے پیار اور محبت کے ساتھ دیتا تھا۔ آج میں بوڑھا ہو گیا ہوں تو تم میرے چند مرتبہ سوال پوچھنے پر اس قدر سیخ پا ہو رہے ہو۔

پھر فرمایا: اور رحم کے جذبہ کے ماتحت ان کے سامنے عاجزانہ رویہ اختیار کرو اور عاجزی کے پر جھکا دو۔ نرمی، شفقت اور رحمت کے ساتھ عجز کا لفظ استعمال کر کے انسان کو ایک اہم فرض کی طرف متوجہ کیا کہ یہ نہ سمجھنا کہ تم اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کر کے ان پر کوئی احسان کر رہے ہو۔ بلکہ یہ ان کا حق ہے کہ جب تم ان سے بات کرو تو عجز اور انکساری کا رویہ اختیار کرو۔ نیز انسان کو اپنی صفتِ رحیم اور رحمٰن کے حوالہ سے متوجہ کیا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی بے شمار نعماء اسے بغیر کسی محنت کے عطاء کیں اسی طرح والدین کا بچے سے سلوک بھی انہیں صفات کے تابع تھا۔ کہ کبھی والدین کے دل میں اپنے سلوک کے عوض جزاء کا خیال نہ آیا۔ اور انسان کے لئے ممکن ہی نہیں کہ وہ ان احسانات کا بدلہ اتار سکے۔ فرمایا کہ ان کے جزاء کے طور پر انسان کا فرض ہے کہ وہ بھی والدین سے رحم کا سلوک کرے۔

جَنَا حَ الذّل کے الفاظ میں ایک اور اہم بات کی طرف انسان کو توجہ دلائی کہ جیسے ایک پرندہ خطرے کے وقت اپنے کمزور اور ناتواں بچوں کے لئے اپنے پر زمین کے ساتھ لگا دیتا ہے یا بچوں کو اپنے پروں کے نیچے چھپا لیتا ہے اسی طرح تمہارا فرض ہے کہ تم اپنے والدین کی خاطر جبکہ وہ کمزوری اور ناتوانی کی عمر میں ہوں اپنے عجز کا پہلو جھکا دو۔ اور ان کی ہر کمزوری کو چھپا لو۔ نیز جب ایک پرندہ ہوا میں اونچی پرواز کرتا ہے تو وہ اپنے پروں کو پھیلا کر رکھتا ہے۔ لیکن جب زمین کی طرف آتا ہے یا نیچے آتا ہے تو اپنے پروں کو جھکا لیتا ہے۔ اکٹھا کر لیتا ہے۔ اس طرح فرمایا کہ بیشک دنیوی لحاظ سے تو کتنا ہی معزز ہو، تیری اڑان کتنی ہی اونچی ہو یا تیرے پاس کتنا ہی بڑا مقام کیوں نہ ہو لیکن جب تیرے والدین کو تیری ضرورت ہو یا تو ان سے بات کرے تو جس طرح بلند پروازی سے نیچے اترتے ہوئے پرندہ اپنے پر اکٹھے کر لیتا ہے تو بھی اپنے سارے مقام بھلا کر پیار اور محبت کا پر ان کے لئے جھکا دے اور ان کے سامنے عاجزی اختیار کر۔

پھر فرمایا:

''اے اللہ ان پر تو بھی اسی طرح رحم کر جس طرح انہوں نے بچپن میں میری پرورش کی۔''

اس حصہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی صفت ربوبیت کے حوالہ سے متوجہ کیا کہ اپنے والدین کے لئے یہ دعا کیا کرو۔ یہاں پر اللہ تعالیٰ نے والدین کے لئے رحم کی دعا کے مقابل میں یہ نہیں فرمایا کہ اے اللہ تو ان پر اسی طرح رحم کر جس طرح انہوں نے بچپن میں مجھ پر رحم کیا بلکہ فرمایا ''جس طرح انہوں نے بچپن میں میری پرورش کی''۔ دراصل اس مقام پر والدین کی فطری محبت، پیار اور چاہت کے پیش نظر فرمایا کہ ماں باپ بچے کی پرورش رحم کے جذبات سے نہیں کرتے بلکہ اللہ تعالیٰ کی صفت ربوبیت کے حوالہ سے بتایا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت ربوبیت کے تحت ہر چیز کو بغیر کسی جزاء کو مدنظر رکھتے ہوئے ہر چیز کو درجہ بدرجہ ترقی دی اور موقع کی مناسبت سے ان کی ضروریات کا خیال رکھا اسی طرح والدین بھی اللہ تعالیٰ کی صفت ربوبیت سے حصہ پا کر بچے کی نگہداشت کرتے ہیں۔ جبکہ ان کے ذہن کے کسی گوشہ میں آئندہ کسی جزاء کا خیال نہیں ہوتا۔ پھر وقت کے ساتھ ساتھ پیش آنے والی ضروریات کا بھی خیال رکھتے ہیں۔ چنانچہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی صفت ربوبیت شکریہ کی مستحق ہے اسی طرح والدین کا جذبہ مادرانہ و پدرانہ بھی شکریہ کا مستحق ہے۔ اور یہ بڑی دلچسپ اور اہم بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں صرف دو ہستیوں کا شکریہ ادا کرنے کا ارشاد فرمایا ہے۔ ایک اپنا اور دوسرا والدین کا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ سورۃ لقمان میں فرماتا ہے:

''اور ہم نے انسان کو اس کے والدین کے بارہ میں تاکیدی حکم دیا۔ اس کی والدہ نے اسے ایک کمزوری کے بعد دوسری کمزوری کی حالت میں اٹھائے رکھا۔ اور پھر دودھ پلانے کا عرصہ دو سال کا تھا۔ یہ کہ تم میرا شکر ادا کرو اور اپنے والدین کا شکر ادا کرو اور تمہارا لوٹنا میری طرف ہی ہے۔ (سورۃ لقمان آیت15)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے وصیت کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ نیز والدین اور خاص طور پر والدہ کی قربانیوں کا ذکر فرمایا کہ ان قربانیوں کو مدنظر رکھتے ہوئے انسان کا فرض ہے کہ جس طرح اسے اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہونا چاہئے اسی طرح والدین کا شکر گزار ہو کیونکہ اس کی والدہ نے بہت سی تکالیف اٹھا کر بلکہ اپنی جان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اسے جنم دیا اور اس کی پرورش کی۔

اس ضمن میں یہ بات بڑی اہم ہے کہ اس دنیا میں دنیوی اور مذہبی دونوں لحاظ سے وصیت کی ادائیگی لازمی ہے۔ چنانچہ وصیت کا لفظ بھی دراصل حکم کا رنگ رکھتا ہے۔ جس کو استعمال فرما کر اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس طرف متوجہ کیا ہے کہ والدین کے احسانات کی قدر اور ان کے حقوق کی حفاظت وہ فرض ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حکماً انسان پر عائد کیا ہے۔

سورۃ لقمان کی آیات 15 تا 20 میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو دس احکامات دیئے ہیں:

(1) اللہ تعالیٰ کا شرک نہ کرنا (2) والدین کا شکر گزار ہونا (3) نماز قائم کرنا (4) امر بالمعروف (5) نہی عن المنکر (6) مصائب کے وقت صبر (7) لوگوں سے ترش روی سے پیش نہ آنا (8) زمین پر اکڑ کر نہ چلنا (9) اپنی چال دھیمی رکھنا اور اس میں وقار پیدا کرنا (10) اپنی آواز ہلکی رکھنا

اللہ تعالیٰ نے ان دس احکامات میں پہلے نمبر پر شرک نہ کرنے کا حکم دیا ہے اور دوسرے نمبر پر والدین کا شکر ادا کرنے کا۔ جس سے اس کی اہمیت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ سورۃ لقمان میں مذکور ان نصائح پر غور کریں تو ہم پر یہ حقیقت آشکار ہوگی کہ ہر نصیحت معاشرے میں امن و سکون و پیار و محبت کی فضاء پیدا کرنے کی طرف ہماری راہنمائی کرتی ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ سورۃ البقرہ آیت 84 میں فرماتا ہے

''اور اس وقت کو بھی یاد کرو جب ہم نے بنی اسرائیل سے یہ پختہ عہد لیا تھا کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو گے اور والدین کے ساتھ احسان کا معاملہ کرو گے۔ نیز قرابت دار اور یتیموں اور مساکین کے ساتھ بھی اور یہ کہ لوگوں کے ساتھ ملاطفت کے ساتھ کلام کیا کرو۔ اور نماز کو قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کیا کرو مگر اس کے بعد تم میں سے چند ایک کے سوا سب کے سب پھر گئے۔ اور تم جانتے تھے۔''

سورۃ البقرہ کی اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ صرف یہی نہیں کہ ایک خاص وقت میں یا خاص دور میں والدین کے ساتھ احسان اور حسن سلوک کا حکم دیا گیا ہے بلکہ ہر دور میں انبیاء کے ذریعہ بنی نوع انسان کو ان حقوق کے ادا کرنے کی تلقین ہوتی رہی۔ پھر ساتھ ہی فرمادیا کہ سوائے چند ایک کے باقی سب کے سب لوگوں نے اس تعلیم کو بھلا دیا۔ اور یہی وجہ ہے کہ ان مذاہب نے اپنی کتب میں جو تحریف کی وہاں اس قسم کے احکامات کو بھی کچھ اہمیت نہ دی۔

پھر سورۃ العنکبوت میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو والدین سے احسان کرنے کی تلقین کی۔ اور صرف یہ رخصت دی کہ اگر وہ تجھے شرک کی تعلیم دیں تو پھر ان کی پیروی ضروری نہیں۔ اس کے علاوہ امور معروفہ اور معاشرت میں وہ تمہارے سلوک اور احسان کے حقدار ہیں۔ (سورۃ العنکبوت آیت 9)

اور ہم نے انسان کو اپنے والدین سے اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا ہے اور (کہا ہے کہ) اگر وہ دونوں تجھ سے اس بات میں بحث کریں کہ تو کسی کو میرا شریک قرار دے حالانکہ اس کا تجھے کوئی علم نہیں تو ان دونوں کی فرمانبرداری نہ کر کیونکہ تم سب نے میری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے اور میں تمہارے عمل (کی نیکی بدی) سے تم کو واقف کروں گا۔

پھر سورۃ الاحقاف میں بڑی وضاحت کے ساتھ وہ تمام وجوہات بیان کر دیں جو والدین سے احسان کی ذمہ داری انسان پر ڈالتی ہیں۔ فرمایا:

اور ہم نے انسان کو تاکیدی نصیحت کی کہ اپنے والدین سے احسان کرے۔ اسے اس کی ماں نے تکلیف کے ساتھ اٹھائے رکھا اور تکلیف ہی کے ساتھ اسے جنم دیا۔ اور اس کے حمل اور دودھ چھڑانے کا زمانہ تیس مہینے ہے۔ یہاں تک کہ جب وہ اپنی پختگی کی عمر کو پہنچا اور چالیس سال کا ہوگیا تو اس نے کہا اے میرے ربّ! مجھے توفیق عطا کر کہ میں تیری اس نعمت کا شکریہ ادا کرسکوں جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر کی اور ایسے نیک اعمال بجالاؤں جن سے تو راضی ہو اور میرے لئے میری ذریّت کی بھی اصلاح کر دے۔ یقیناً میں تیری ہی طرف رجوع کرتا ہوں اور بلاشبہ میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔ یہی وہ لوگ ہیں کہ جو کچھ انہوں نے کیا اس میں سے بہترین (اعمال) کو ہم قبول کریں گے اور ان کی بدیوں سے درگزر کریں گے۔ وہ اصحابِ جنت میں سے ہوں گے۔ یہ سچا وعدہ ہے جو ان سے کیا جاتا تھا۔ اور وہ جس نے اپنے والدین سے کہا افسوس ہے تم دونوں پر۔ کیا تم مجھے اس بات سے ڈراتے ہو کہ میں نکالا جاؤں گا حالانکہ مجھ سے پہلے کتنی ہی قومیں گزر چکی ہیں۔ اور ان دونوں نے اللہ سے فریاد کرتے ہوئے کہا: ہلاکت ہو تجھ پر۔ ایمان لے آ۔ یقیناً اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ تب وہ کہنے لگا یہ محض پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر وہ فرمان صادق آگیا جو ان سے پہلے جن و انس میں سے گزری ہوئی قوموں پر صادق آیا تھا۔ یقیناً یہ سب گھاٹا پانے والے لوگ ہیں۔ (آیات16تا19)

مندرجہ بالا آیات میں والدین سے حسن سلوک کے حکم کی وجوہات کے علاوہ دو اہم باتیں بیان فرمائیں اوّل یہ کہ تمہارے اچھے اعمال کی قبولیت اور تمہاری غلطیوں سے صرفِ نظر کے لئے یہ شرط ہے کہ تم اپنے والدین سے حسن سلوک سے پیش آؤ۔ اور دوئم یہ کہ جو لوگ والدین کی نافرمانی کرنے والے اور ان سے بحث کرنے والے ہوتے ہیں وہ ہمیشہ گھاٹا پانے والے شمار ہوتے ہیں۔ یعنی انسان کی عاقبت اور بخشش کو والدین کے ساتھ احسان سے منسلک کر کے ان کے حقوق کی اہمیت کو اور بھی اجاگر کر دیا۔

والدین کے احترام اور ان سے حسن سلوک کے ایک اور اہم پہلو کو اللہ تعالیٰ نے سورۃ النساء میں بڑی خوش اسلوبی سے بیان فرمایا ہے۔ آنحضور ﷺ کی یہ سنت تھی کہ آپ نکاح کے موقعہ پر جن آیات کی تلاوت فرماتے تھے ان میں سورۃ النساء کی یہ آیت بھی شامل ہے۔

اے لوگو! اپنے رب کا تقویٰ اختیار کرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا اور پھر ان دونوں میں سے مردوں اور عورتوں کو بکثرت پھیلا دیا۔ اور اللہ سے ڈرو جس کے نام کے واسطے دیکر تم ایک دوسرے سے مانگتے ہو اور یقیناً اللہ تم پر نگران ہے۔ (آیت نمبر2)

ایک مرد اور عورت کے رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے کے وقت اس حکیمانہ نقطہ کو بیان فرمادیا کہ جب ایک مرد اور عورت اپنی نئی زندگی شروع کریں تو گو وہ اپنی زندگی گزارنے میں آزاد ہیں لیکن اس کے باوجود رحمی رشتوں کا احترام ان پر لازمی ہے۔

یعنی بیوی پر لازم ہے کہ وہ خاوند کے والدین کی عزت و احترام کو ملحوظ رکھے جیسے وہ اپنے والدین کی عزت کو ملحوظ رکھتی ہے۔ اسے طرح خاوند کی بھی یہ ذمہ داری ہے کہ اپنی بیوی کے والدین کا کماحقہ احترام کرے۔ کیونکہ ازدواجی زندگی کو کامیاب بنانے کا یہ بہت بڑا گر ہے۔ کیونکہ یہ رشتے جتنے مضبوط ہیں اتنے حساس بھی ہیں۔ چنانچہ جس قدر ان رشتوں کے حقوق کا لحاظ رکھا جائیگا ازدواجی زندگی اتنی ہی پرسکون ہوگی اور ہر گھر میں ازدواجی زندگی جس قدر پرسکون ہوگی وہ معاشرہ کے لئے امن اور سکون کی فضاء اور راہ ہموار کرے گی۔

اس ضمن میں ایک اہم بات یاد رکھنے کے قابل ہے والدین پر بھی یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ خاوند اور بیوی کا پیار حاصل کرنے کے لئے اہم کردار ادا کریں۔

سورۃ النساء کی اس آیت میں جو رحمی رشتوں کا خیال رکھنے اور اس بارہ میں تقویٰ اختیار کرنے کا حکم ہے بدقسمتی سے ہمارے معاشرہ میں ان رشتوں کے منطقی تقاضوں کو نہ سمجھنے کی وجہ سے یا نظر انداز کرنے کی وجہ سے یہ معاشرہ بے پناہ مسائل اور بے چینیوں کا شکار ہے۔ اور سورۃ الاحقاف کی جو آیات قبل ازیں بیان ہوئیں ہیں ان سے اس مضمون کی تصدیق ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کو پس پشت ڈال کر ہماری دیگر کوششیں کبھی بھی حالات کو راہ راست پر لانے میں کامیاب نہیں ہوسکتیں۔

(آئندہ شمارہ میں جاری ہے)

انصار ڈائجسٹ

مرتبہ
ناصر پاشا

اس کالم میں قارئین کی طرف سے موصول شدہ دلچسپ تحریرات اور مفید واقعات شامل اشاعت کئے جائیں گے جو قارئین خود لکھنا پسند فرمائیں یا اپنے زیر مطالعہ کسی کتاب یا رسالہ سے اخذ کرکے بھجوائیں۔ تحریر مختصر اور بحوالہ ہونی چاهئے۔ همارا پتہ هے:

AnsarDigest,22DeerParkRoad,LondonSW193TL. e-mail: ansar_digest@yahoo.co.uk

اطاعتِ خلافت

سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''جب تک جماعت کا ہر شخص پاگلوں کی طرح اس کی (یعنی خلیفۂ وقت کی) اطاعت نہیں کرتا اور جب تک اس کی اطاعت میں زندگی کا ہر لحہ بسر نہیں کرتا اس وقت تک وہ کسی قسم کی فضیلت اور بڑائی کا حقدار نہیں ہوسکتا''۔ (الفضل 15 نومبر 1946ء)

ایک بے وطن کی شخصیت

حدیث شریف میں وطن سے محبت کو ایمان کا حصہ قرار دیا گیا ہے۔ فطری طور پر بھی یہ ناممکن ہے کہ کسی کو اپنے وطن سے محبت نہ ہو۔ آنحضور ﷺ کو مجبوراً اپنے وطن سے ہجرت کرنا پڑی لیکن آپ کے دل سے مکہ کی محبت کبھی کم نہ ہوئی۔ آج دنیا بھر میں پھیلے ہوئے پاکستانی احمدیوں کا بھی یہی حال ہے۔ ارضِ وطن کی محبت اُن سے جدا نہیں کی جاسکتی۔

مئی ۲۰۰۴ء میں پاکستان میں ہونے والے سیف گیمز میں افغانستان کی نمائندگی پہلی بار ایک خاتون کھلاڑی نے بھی کی اور ''تائیکوانڈو'' (کراٹے) میں کانسی کا تمغہ جیتا۔ اُس کی عمر صرف پانچ برس تھی جب اُس کے خاندان کو ایران ہجرت کرنا پڑی۔ بچپن میں لڑائی جھگڑا دیکھ کر وہ سہم جاتی اور آنکھیں بند کرلیتی تھی کیونکہ وہ اپنا تحفظ کرنا نہیں جانتی تھی۔ اسی ڈر نے اُسے کراٹے سیکھنے پر اکسایا لیکن اُس نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ اس کھیل میں اُسے اپنے ملک کی نمائندگی کا موقعہ بھی ملے گا۔ تمغہ جیتنے کے بعد اُس نے کہا کہ ایوارڈ لیتے وقت جب افغانستان کا پرچم فضا میں بلند ہورہا تھا تو مجھے وہ وقت یاد آرہا تھا جب پردیس میں لوگوں کی سوالیہ نظروں کا سامنا ہوتا تھا کہ ہم کب ان کا ملک چھوڑیں گے۔ مجھے اُس وقت افغانستان بہت یاد آتا تھا۔ طالبان کی حکومت کے خاتمہ کے بعد میں تقریباً سترہ سال بعد افغانستان واپس لوٹی۔ ہر شے جنگ سے متاثر دکھائی دے رہی تھی۔ سڑکوں پر ٹینکوں کے چلنے کے آثار، گھروں کی دیواروں پر گولیوں کے نشان اور فضا میں محرومی کا تاثر یہ سب کچھ میرے ذہن میں نقش ہوگیا۔ سیف گیمز میں شرکت کیلئے آنے والے دوسرے ممالک کے کھلاڑیوں اور ہماری سہولیات میں تو فرق تھا ہی لیکن ہماری شخصیت میں وہ نکھار نہیں تھا جو دوسروں میں نظر آرہا تھا۔ میں دورانِ کھیل مسلسل دباؤ کا شکار رہی شاید اس لئے کہ میں جس ملک کی ترجمانی کررہی تھی اُس ملک کے باسیوں کو بین الاقوامی دنیا میں ابھی تک وہ مقام حاصل نہیں ہوسکا جو ایک آزاد ملک کے لوگوں کو ملتا ہے۔

دماغ خطرات کیسے بھانپتا ہے؟

برطانیہ میں یونیورسٹی کالج لندن میں ماہرین نے چودہ افراد پر تجربات کے ذریعہ بیان کرنے کی کوشش کی ہے کہ دماغ کس طرح لاشعوری طور پر ماضی میں پیش آنے والے خطرات کی تفصیل یاد رکھتا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ ان کی تحقیق کی مدد سے درد کا علاج کیا جاسکے گا۔ نصف گھنٹے کے اس تجربہ میں ان افراد کو تصاویر دکھائی گئیں اور وقفے وقفے سے انتہائی معمولی طاقت کے بجلی کے جھٹکے دیئے جاتے رہے۔ جب تجربہ مکمل ہوا تو اس میں حصہ لینے والے افراد کو یہ یاد نہیں تھا کہ ان کو تصاویر کس ترتیب سے دکھائی گئی تھیں۔ لیکن دماغ کی کارروائی مشاہدہ کرنے والی مشین کے مطابق اُن کا دماغ مسلسل یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتا رہا کہ آگے کیا ہونے والا ہے۔ مثلاً اگر کسی کو بجلی کے جھٹکے سے پہلے گول شکل دکھائی گئی تو دماغ نے جان لیا کہ گول شکل اچھی خبر نہیں۔ اسی طرح اگر گول سے پہلے چوکور شکل دکھائی گئی تو دماغ نے سمجھ لیا کہ چوکور شکل بھی کوئی اتنی خوش آئندہ بات نہیں کیونکہ اس کے بعد گول تصویر آتی ہے جس کے بعد بجلی کا جھٹکا لگتا ہے۔

تجربہ میں شامل ڈاکٹر بین سیمور کا کہنا ہے کہ دماغ انتہائی غیر معمولی حیاتیاتی کمپیوٹر ہے جس میں ایک سو ارب خلیے ہیں جو ہماری سوچوں اور اعمال کا تعین کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ انسانوں کو شاید ہر وقت اس بات کا احساس نہ ہو لیکن دماغ ایک انتہائی مشکل حکمت عملی کے تحت ہماری بقا میں مصروف رہتا ہے۔ چنانچہ اگر کسی کو کتا کاٹ لے تو وہ نہ صرف کتوں سے ہوشیار ہوجاتا ہے بلکہ ان جگہوں سے بھی کتراتا ہے جہاں کتوں کی موجودگی کا امکان ہو۔ اسی لئے اس قسم کی کہاوتوں نے جنم لیا ہے کہ سانپ کا ڈسا، رسّی سے بھی ڈرتا ہے یا دودھ کا جلا، چھاچھ بھی پھونک کر پیتا ہے۔

مچھر ماریں یا اُڑا دیں

آپکے جسم پر اگر مچھر بیٹھ جائے تو اسے مارنے کی بجائے اڑا دینا بہتر ہے کیونکہ اسے مارنے سے ایک انفیکشن کا خطرہ ہے جس کے نتائج سنگین بھی ہوسکتے ہیں۔ طبی جریدہ ''نیو انگلینڈ جرنل آف میڈیسن'' میں شائع ہونے والے ایک مضمون میں البرٹ آئن سٹائین کالج آف میڈیسن کے ڈاکٹروں نے بتایا ہے کہ ۲۰۰۲ء میں ایک ۵۷ سالہ خاتون کو اپنی جلد پر مچھر مارنے کے بعد 'فنگل انفیکشن' ہوا جو اُس کی موت کا سبب بن گیا۔ مچھر کو جلد پر مسلنے سے اس کا کچھ حصہ عورت کی جلد کے اندر سرایت کرنے سے جو انفیکشن شروع ہوا اس کا نام Brachiola algerae ہے۔ ڈاکٹر کہتے ہیں کہ یہ جراثیم صرف مچھر اور بعض دوسرے کیڑوں میں پایا جاتا ہے اور اس کا تعلق (ملیریا کی طرح) مچھر کے منہ کے لعاب سے نہیں ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر کرسٹینا کوئل کہتی ہیں کہ جلد پر بیٹھے ہوئے مچھر کو وہیں مسلنے کی بجائے اسے اڑا دینا بہتر ہے۔ تاہم لندن کے سکول آف ہائی جین اور ٹراپیکل میڈیسن کے پروفیسر کرس کرٹس کو امریکی ڈاکٹروں کی رائے پر شبہ ہے اور اُن کا کہنا ہے کہ بہتر یہی ہے کہ مچھر کے جسم پر بیٹھتے ہی

اس کا خاتمہ کر دیا جائے۔

ماحولیاتی آلودگی اور الیکٹرانک ردی

گذشتہ صدی کی ایجادات میں الیکٹرانک اشیاء بڑی اہمیت کی حامل ہیں کمپیوٹر، فیکس مشین، ٹی وی، موبائل فون، اور کئی طرز کے برقی کھلونوں جیسی بہت سی اشیاء ہماری زندگی کا اہم حصہ بن چکی ہیں۔ لیکن یہ چیزیں تیزی سے خراب بھی ہو رہی ہیں جس سے الیکٹرانک فضلات میں زبردست اضافہ ہوتا جا رہا ہے جو ماحولیات کے لئے ایک خطرہ بن چکا ہے۔

عام طور پر الیکٹرانک چیزوں اور ان میں استعمال ہونے والی بیٹریوں کی تخلیق میں پلاسٹک کے علاوہ جن خصوصی دھاتوں کا استعمال ہوتا ہے ان میں زہریلے مادوں کی کافی مقدار ہوتی ہے۔ ایک تخمینے کے مطابق اب تک تین سو ملین کمپیوٹر کوڑا خانہ کا حصہ بن چکے ہیں۔ اس الیکٹرانک فضلہ کو اگر زمین میں دفنا دیا جائے تو کچھ مدت کے بعد اس علاقہ کا پانی زہر آلود ہو جائے گا اور اگر اس فضلہ کو جلایا جائے تو فضائی آلودگی بڑھ جاتی ہے جس سے کئی طرح کی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ کمپیوٹر کے بنانے میں سیسہ بھی بکثرت استعمال ہوتا ہے جو نروس سسٹم، گردے اور نسل کی افزائش کے لئے بہت ہی مضر ہے۔ چنانچہ اس الیکٹرانک فضلہ کو دوبارہ کارآمد بنانے یا اس کو ختم کرنے کے لئے چند اصول وضوابط کی فوری ضرورت ہے ورنہ حالات مزید بدتر ہو سکتے ہیں۔

جلد کاٹے بغیر آپریشن

امریکی محققین کا کہنا ہے کہ بہت جلد جراحی میں جلد کو کاٹنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ میڈیکل جریدہ "گیسٹرو انٹیسٹینل اینڈوسکوپی" جولائی ۲۰۰۴ء میں شائع ہونے والی ایک تحقیق کے مطابق جانز ہاپکنز یونیورسٹی کے سائنسدانوں کی ایک ٹیم نے جانوروں پر کیے گئے تجربات کے بعد لکھا ہے کہ اب "خورد بینی جراحی" کے ذریعہ جگر، پتے اور انتڑیوں جیسے اعضاء تک جلد کاٹے بغیر پہنچنا ممکن ہوگا۔ اس سرجیکل طریق میں ایک بہت چھوٹی دُوربین کو منہ کے ذریعہ پیٹ تک ڈالا جاتا ہے اور پھر وہاں سے دو ملی میٹر لمبائی سے بھی کم ایک سوراخ بنا کر ان اعضاء تک پہنچا جا سکتا ہے۔

چند سالوں سے ڈاکٹر پیٹ کے اندر احوال دیکھنے کے لئے جلد کاٹ کر پھر اینڈوسکوپ یعنی چھوٹی دُوربین اندر ڈالتے رہے ہیں۔ لیکن اس نئی تحقیق کی بنیاد پر اب جلد پر یہ شگاف ضروری نہیں ہوگا اور شگاف صرف پیٹ کے اندر سے کیا جائے گا۔ ڈاکٹر کیلو کا کہنا ہے کہ اس طریقے سے کیے گئے آپریشن میں زخم نسبتاً جلدی ٹھیک ہو جاتا ہے کیونکہ پیٹ کی لائننگ جلد کی نسبت زیادہ تیزی سے ٹھیک ہوتی ہے۔ لیکن برطانیہ کے سرجنز کا اس نئے طریق کے بارہ میں رویہ محتاط ہے اور وہ کہتے ہیں کہ اس میں بہت سے خطرات لاحق ہیں۔ رائل کالج آف سرجنز کے ڈاکٹر روسن کے مطابق اس سے پیٹ کی لائننگ میں سوجن ہو سکتی ہے جو عموماً جان لیوا ثابت ہوتی ہے۔ دوسرا یہ کہ اینڈوسکوپ کی اپنی لائٹ اتنی تیز ہوتی ہے کہ یہ جلا کر زخم کر سکتی ہے۔ چنانچہ لیپروسکوپی سے بھی یہی کچھ پتہ چل جاتا ہے اور وہ ایک بہت محفوظ طریقہ ثابت ہو چکا ہے۔

ایک اور برٹش ڈاکٹر روری مک کلوئے کا کہنا ہے کہ پیٹ کے اندر فاسد مادے ہوتے ہیں اور پیٹ کے اندر زخم کی صورت میں انفیکشن کا خطرہ ہے اور یہ بھی کہ پیٹ کے اندر کیا گیا سوراخ اگر ٹھیک سے بند نہ کیا گیا تو یہ بے حد خطرناک ہو سکتا ہے۔

زیادہ عمر کا راز

کچھ لوگ دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ لمبی عمر کیوں پاتے ہیں؟ یہ سوال صدیوں سے پوچھا جا رہا ہے۔ اکثر اس کا جواب ہوتا ہے اچھی غذا اور صحت مند ماحول۔ لیکن کئی دفعہ اس کا جواب دینا اتنا آسان نہیں ہوتا۔ مثلاً جاپانی مردوں کی عمر برطانوی مردوں کے مقابلہ میں عموماً چار سال زیادہ لمبی ہوتی ہے اور مغربی لندن میں رہنے والا آدمی مشرقی لندن میں رہنے والے آدمی سے اوسطاً چھ سال زیادہ زندہ رہتا ہے۔ سائنسدانوں کے مطابق اس میں طرزِ زندگی اور لوگوں کی جینز کا عمل دخل بھی شامل ہے۔ لیکن یونیورسٹی کالج لندن کے پبلک ہیلتھ کے پروفیسر مائیکل مارموٹ کی کتاب میں کئی وجوہات کا ذکر ہے۔ اُن کی تیس سالہ تحقیق کے مطابق سرکاری ملازم کی صحت کا تعلق ان کے عہدہ سے ہوتا ہے، جتنا اونچا عہدہ اتنی بہتر صحت۔ اسی طرح Ph.D. کرنے والوں کی عمر M.A. کرنے والوں سے زیادہ ہوتی ہے اور M.A. کرنے والے B.A. کرنے والوں سے زیادہ جیتے ہیں۔ اسی طرح جو اداکار آسکر ایوارڈ جیتتے ہیں، ان کی عمر اُن اداکاروں سے تقریباً تین سال لمبی ہوتی ہے جو اس ایوارڈ کے لئے نامزد تو ہوئے لیکن اسے جیت نہ سکے۔ سر مائیکل اس قسم کے رجحان کو سٹیٹس سینڈروم کہتے ہیں اور ان کی کتاب کا نام بھی یہی ہے۔ انہیں یقین ہے کہ یہ بات اچھی غذا اور طبی سہولیات سے بھی زیادہ اہم ہے۔

سر مائیکل کے مطابق دو چیزیں معاشرہ میں ہمارے مقام پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ ہمارا اپنی زندگی پر کتنا کنٹرول ہے اور دوسرا یہ کہ ہم معاشرہ میں کیا کردار ادا کر رہے ہیں۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ آمدنی کا اس پر کوئی خاص اثر نہیں نظر آتا۔ سر مائیکل کہتے ہیں کہ "پیسے سے اچھی صحت خریدی نہیں جا سکتی"۔ اس تحقیق سے یہ سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے کہ آخر یونان اور مالٹا جیسے غریب ممالک کے رہنے والوں کی اوسط عمر برطانیہ اور امریکہ کے باشندوں سے زیادہ کیوں ہے۔

سر مائیکل کا خیال ہے کہ لوگوں کی صحت بہتر کرنے اور ان کی اوسط زندگی بڑھانے کے لئے انہیں اپنی زندگی پر زیادہ کنٹرول اور معاشرہ میں بھرپور کردار ادا کرنے کا موقع فراہم کرنا چاہئے۔

تاہم ہم احمدیوں کو حضرت مسیح موعودؑ نے لمبی عمر پانے کا راز ایک صدی قبل ہی سمجھا دیا تھا۔ آپؑ فرماتے ہیں: "عمر بڑھانے کا اس سے بہتر کوئی نسخہ نہیں ہے کہ انسان خلوص اور وفاداری کے ساتھ اعلائے کلمہ دینِ حق میں مصروف ہو جاوے اور خدمت دین میں لگ جاوے اور آجکل یہ نسخہ بہت ہی کام کرتا ہے کیونکہ دین کو آج ایسے مخلص خادموں کی ضرورت ہے۔ اگر یہ بات نہیں ہے تو پھر عمر کا کوئی ذمہ دار نہیں ہے۔"